ماہنامہ محدث بنارس

www.mohaddis.org

سرپرست
عبداللہ سعود بن عبدالوحید

مدیر
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی

معاون مدیر
مولانا عبدالمتین مدنی

عدد مسلسل: ۳۶۳

جلد: ۳۲ ، شمارہ: ۳

جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ = مارچ ۲۰۱۴ء

اس شمارہ میں

۱-درس قرآن	عبداللہ سعود بن عبدالوحید	۲
۲-درس حدیث	مولانا عبدالمتین مدنی	۴
۳-افتتاحیہ	مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی	۵
۴-علم: نہایت قیمتی سرمایہ	ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس	۸
۵-کامیاب کون؟	ابوالبیان رفعت سلفی	۱۲
۶-جو بادہ کش تھے پرانے وہ......	عبدالرحیم محمد یونس بناری	۱۹
۷-تیمارداری: احکام ومسائل	محمد اسلم مبارک پوری	۲۸
۸-اسلام میں قسم کے احکام	ابوطلحہ بن محمد ابراہیم سلفی	۳۴
۹-استاذ گرامی مولانا عبدالسلام..	صلاح الدین مقبول احمد	۳۸
۱۰-اخبار جامعہ	ادارہ	۴۵
۱۱-عالم اسلام	ظل الرحمٰن سلفی	۴۶
۱۲-باب الفتاوی	مولانا محمد اسلم مبارک پوری	۴۷

بدل اشتراک

- ہندوستان: **150** روپئے
- بیرون ممالک: **40** ڈالر
- فی شمارہ: **15** روپئے

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں

Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **ALLAHABAD BANK**
KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: ALLA0210547
SWIFT Code: ALLAINBBVAR

مراسلت کا پتہ

Darut Taleef Wat Tarjama
B.18/1-G, Reori Talab,
Varanasi - 221010

نوٹ : ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

ان دو فرقوں میں سے امن کا کون زیادہ مستحق ہے اگر تم جانتے ہو؟ (سورہ انعام:۸۱)

(صحیح وضعیف حدیث میں امتیاز کا پیمانہ)

(۲۱) عبداللہ سعود بن عبدالوحید

آج کے پرفتن دور میں یہ بات زبان زد عام ہے کہ یہ حدیث فلاں فرقہ کی ہے یا یہ حدیث فلاں مولوی کی ہے اور ایسا ذہن بن گیا ہے کہ بلا سوچے اور انجام پر غور کئے کہہ دیا جاتا ہے کہ ہم جو حدیث پیش کریں گے فلاں کے نزدیک اس کو ضعیف کہہ دیا جائے گا اور حدیث کے ٹھیکہ دار صرف فلاں طبقہ ہے۔

کسی فرقہ کے بارے میں بدگمانی پھیلانے یا کفریہ الفاظ کہنے یا حدیث رسول کے بارے میں زبان کھولنے سے پہلے قرآن وحدیث کے اس فرمان پر بھی غور کرنا چاہیے جس میں بدگمانی کرنے اور نبی کریم ﷺ کی طرف غلط بات منسوب کرنے پر سخت وعید آئی ہے۔

حدیث رسول کے بارے میں ہمارا اس طرح کا تبصرہ درحقیقت ہمارے ایمان کی کمزوری اور جہالت کی علامت ہے، ہم کس کے فرمان کے بارے میں تبصرہ کرتے ہیں! شاید اس ذات اقدس کی بزرگی کا ہمیں خیال نہیں ہوتا، حدیث رسول کا کیا مقام ہے اور اس کی کیا حقیقت ہے اگر اس کو جاننا ہو تو صحیح مسلم کا مقدمہ پڑھو، اس سے صحیح وضعیف کا خلاصہ ہو جائے گا، اس میں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک واقعہ نقل کیا ہے، امام مجاہد کہتے ہیں کہ بُشیر العدوی حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس آئے اور حدیث بیان کرنا شروع کیا، قال رسول الله ﷺ، قال رسول الله ﷺ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کی حدیث کی طرف نہ کان دھر رہے تھے اور نہ ہی اس کی طرف دیکھ رہے تھے، اس نے کہا اے ابن عباس! کیا بات ہے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہوں آپ سن نہیں رہے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "إنا كنا مرة إذا سمعنا رجلا يقول: قال رسول الله ﷺ، ابتدرته أبصارنا وأصغينا إليه بآذاننا فلما ركب الناس الصعب والذلول، لم نأخذ من الناس إلا ما نعرف" اے بُشیر ہم لوگ ایک مرتبہ بھی کسی کو یہ کہتے سنتے کہ قال رسول اللہ ﷺ کہ اللہ کے رسول نے فرمایا تو ہماری نگاہیں خود بخود اس کی طرف اٹھ جاتی تھیں اور ہم لوگ اپنے کانوں کو اس کی طرف متوجہ کر دیتے تھے، لیکن جب لوگ ہر کس وناکس کی بات بیان کرنے لگے تو اب ہم لوگ صرف اسی کی بات لیتے ہیں جس کو ہم جانتے اور پہچانتے ہیں۔

یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما صحابی رسول کا مقولہ محدثین کرام کا اصول بن گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو جانچنے کے لیے بیان کرنے والے یعنی راویوں کے بارے میں بھی جاننا چاہیے کہ ہم جن سے حدیث لے رہے ہیں کیا حقیقت میں وہ اس کو جانتا بھی تھا یا جس سے روایت کر رہا ہے اس سے اس کی ملاقات بھی ہوئی تھی یا اس کی زندگی میں موجود بھی تھا یا نہیں۔ کیا وہ راوی ایمان دار وسچا تھا یا ہر سنی سنائی بات بیان کرنے والا تھا۔ اللہ کے رسول محمد ﷺ نے سچے اور جھوٹے کے لیے ایک قاعدہ کلیہ بیان فرما دیا ہے کہ كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع۔ آدمی کے جھوٹا وکاذب ہونے کے ثبوت کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی بات کو بیان کرتا ہے۔

محدثین کرام کی محنت پر غور کرو، امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو چھ لاکھ حدیثوں میں سے چھانٹ کر صرف سات ہزار سے

کچھ زائد حدیثوں کو سولہ سال کی محنت سے مرتب کیا۔اسی طرح امام مسلم نے تین لاکھ حدیثوں میں سے ۷۶۶۲ حدیثوں کو پندرہ سال میں لکھا۔امام ابوداود نے اپنی کتاب سنن ابی داود میں پانچ ہزار حدیثوں کو پانچ لاکھ حدیثوں میں سے منتخب کیا۔ایسی ہی محدثین کرام کی محنت ہے،جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی حفاظت کے لیے سیکڑوں میل کا بار بار سفر کر کے ہزاروں علماء ومحدثین سے علم حاصل کیا اور سند کے ساتھ حدیثوں کو جمع کر کے دین کی حفاظت کا کام کیا ہے۔سند کی کیا اہمیت ہے؟ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (وفات ۱۸۱ھ) کہا کرتے کہ "الاسناد من الدين ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء"سند کے ساتھ روایت کرنا یہ دین کا ایک حصہ ہے، اور اگر اسناد نہ ہوتی تو جو جو چاہتا بیان کرتا رہتا۔محمد ابن سیرین (وفات ۱۱۰ھ) بیان کرتے ہیں: پہلے لوگ سند کے بارے میں نہیں پوچھا کرتے تھے،لیکن جب فتنہ عام ہوگیا تو پوچھنے لگے کہ: "سموا لنا رجالكم فينظر إلى أهل السنة فيؤخذ حديثهم وينظر أهل البدع فلا يؤخذ حديثهم" کس سے سنا ہے مجھے بتلاؤ،اگر اہل السنۃ یعنی سنت پر عمل کرنے والا ہوتا تو اس کی حدیث لی جاتی اور اگر اہل البدع یعنی بدعتی ہوتا تو اس کی حدیث نہ لی جاتی۔

اس کثرت سے حدیث کی روایت اور اس قلت میں صحاح ستہ میں انتخاب،اس کی حقیقت کو جاننے کے لیے تقلید کی بندش سے باہر آنا ہوگا،تقلید شخصی نے محدثین کرام کی اس محنت وجانفشانی کو جو صرف محبت رسول اور صحیح اسلام کی حفاظت اور جھوٹ کو الگ کرنے کی خاطر تھی، ایک فیصلہ میں کالعدم کردیا،''ہم امام کے مقلد ہیں دلیل کی ضرورت نہیں''۔

بھلا سوچو اور تاریخ کا مطالعہ کرو،صحیح کے مقابلہ اس کثرت سے غیر صحیح روایتیں کیوں بیان کی گئیں،اس کی مختلف وجوہات ہیں،ان میں کچھ سیاسی اور بادشاہوں کی چاپلوسی میں بیان ہوئیں،کچھ علاقائی اور مسلکی تعصب میں ہوا،اور کچھ بزعم خویش تقرب الٰہی کے لیے من گھڑت فضائل کے بیان میں اور کچھ مغفل اور کمزور حفظ والوں کی طرف سے تساہلی میں،اور کچھ ان لوگوں نے بھی حدیثیں بیان کیں جو حدیث کے مقام اور اصول نہیں سمجھتے تھے،عوام میں شہرت یا امراء کا تقرب حاصل کرنے یا اپنے فرقہ اور مسلک کی برتری بیان کرنے کے لیے ایسا کیا کرتے۔

محدثین کرام جن کو اہل الحدیث کہا جاتا تھا احادیث رسول کی حفاظت کی خاطر ان تمام مجروح رواۃ کے جھوٹ اور فساد کی قلعی کھول دی،اور علم الرجال اور جرح وتعدیل پر وہ کام کیا کہ دنیا کی تاریخ میں کسی مذہب اور کسی دھرم میں اس کی مثال نہیں ملتی اور یہ اسلام کے فطری اور حقیقی مذہب ہونے کی بہت بڑی دلیل اور امتیاز ہے، ہزاروں راویوں کے حالات زندگی کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کردینا کوئی معمولی کام نہیں۔یہ سب اللہ رب العالمین کا انتظام ہے جس نے اپنے دین کی حفاظت اپنے ذمہ لی ہے۔انہی رواۃ کے درجہ کے مطابق حدیث کی درجہ بندی کی جاتی ہے۔

رواۃ کی تاریخ اور علم الرجال پر محدثین کرام نے جو کتابیں تصنیف کی ہیں وہ کافی ضخیم اور کئی کئی جلدوں پر محیط ہیں،جن میں رواۃ کی تفصیل،ان کے حالات اور ان کے علم اور ان کے بارے میں دوسرے محدثین کرام کے بیانات کو بھی درج کیا ہے۔اگر ملتے جلتے نام ہیں یا کنیت اور لقب سے مشہور ہیں تو اس کو بھی جانچ کر ہر ایک کی تفصیل قلمبند کردیا اور ساتھ ہی ساتھ سب کی تاریخ وفات بھی لکھ دیا تاکہ سند میں اتصال سند کی جانچ میں معاون ہو،جرح وتعدیل کے اعتبار سے بھی طبقات مرتب کئے اور حفاظ وضعفاء کے لیے الگ الگ کتابیں مرتب کیں۔

آج ترقی کے دور میں یہ تمام کتابیں آسانی سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔حروف تہجی،مقام اور سال کے اعتبار سے تفصیل نے تحقیق کے کام کو بہت آسان کردیا ہے۔ضرورت ہے کہ ضعیف روایتوں سے امت کو آگاہ کیا جائے تاکہ وہ باطل رسم ورواج سے علی وجہ البصیرہ بچ سکیں۔اور اس اسلام کی صحیح صورت واضح ہو جو اللہ کا بیان کردہ صراط مستقیم اور تمام انبیاء کا مذہب اور دین فطرت ہے،جو دنیا پر بسنے والے انسانوں کے لیے ضابطۂ حیات اور ابدی زندگی کے کامیابی کا ضامن ہے۔ (بقیہ صفحہ ۲۵ پر)

درس حدیث

ضرررسانی کی حرمت

مولانا عبدالمتین مدنی

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ. (رواہ ابن ماجہ عن عبادۃ بن الصامت ح: ۲۳۴۰ صححہ الالبانی، صحیح ابن ماجہ، ح: ۱۸۹۵، والدارقطنی، کتاب الاقضیۃ ح: ۸۵ ولفظہ: لاضرر ولا اضرار)

ترجمہ: صحابی رسول ابوسعید سعد بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: نہ خود کو نقصان میں مبتلا کرو، نہ کسی دوسرے کو نقصان میں ڈالو۔

اسلام دین رحمت ہے، اس نے اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ خیر خواہی کرے، جو اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی پسند کرے اور بالقصد کسی کو اپنی زبان اور ہاتھ سے اذیت نہ پہنچائے، کیونکہ ہر مسلمان کی جان، اس کا مال اور عزت وآبرو محترم ہے، اس لیے ہر وہ کام جس سے کسی مسلمان کی جان خطرہ میں پڑ جائے یا اس کے مال کے نقصان کا اندیشہ ہو یا اس کی عزت پر آنچ آنے لگے، اس کا کرنا کیونکر جائز اور درست ہوسکتا ہے۔

اسی طرح اپنے نفس کو بھی اذیت میں ڈالنا درست نہیں، خواہ وہ اذیت مضر چیزوں کے استعمال کی وجہ سے جسم کو یا بری صحبت یا تہمت کی جگہوں پر آنے جانے کی وجہ سے عزت وآبرو کو یا کاروباری مشاغل میں نامناسب طریقے اختیار کرنے کی وجہ سے مال کو لاحق ہو۔

الغرض نہ اپنے آپ کو نقصان میں ڈالنا جائز ودرست ہے اور نہ ہی دوسروں کو، نہ کسی کو بالقصد نقصان پہنچانا جائز ہے نہ بلاقصد، ایسا نقصان جس کے پیچھے نقصان پہنچانے والے کی کوئی منفعت ہو یا منفعت نہ بھی ہو، ایسا نقصان جو بغیر کسی وجہ کے پہنچایا جائے، یا بدلہ کے طور پر پہنچایا جائے اور اس میں زیادتی سے کام لیا جائے، یہ بھی جائز نہیں۔ ان ساری صورتوں کو شارحین حدیث نے اس جامع ترین حدیث کی شرح میں ذکر کیا ہے اور اسی شرح کی روشنی میں متعدد فقہی قواعد کو وضع کیا ہے۔ اگر ہم موجودہ مسلم معاشرہ کو دیکھیں تو وہ اس حدیث پر عمل سے کوسوں دور ہے۔ مسلمان کی بڑی تعداد مختلف صورتوں سے خود اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کے درپے ہے اور اگر انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ شخصی آزادی میں مداخلت سمجھتے ہیں اور نصیحت کرنے والے کی نیت پر شک وشبہ کرنے لگتے ہیں۔

جہاں تک دوسروں کو نقصان پہنچانے کی بات ہے تو یہ اس قدر عام ہے گویا اس کے بغیر ہمیں کوئی منفعت حاصل ہی نہیں ہوسکتی، بعض لوگوں کو تو اسی میں لطف آتا ہے کہ وہ دوسروں کو نقصان اور تکلیف میں مبتلا دیکھیں۔ حقیقت میں یہ تنگ دلی، احساس کمتری اور بیمار فکر وذہنیت کا نتیجہ ہے۔ ایسی زندگی سکون سے عاری اور راحت سے محروم ہے۔

زندگی میں آرام، راحت وسکون تب ہی نصیب ہوگا جب ہم دوسروں کے سکون کو غارت کرنے کے بجائے انہیں راحت پہنچانے کے لیے پہل کریں گے اور ہم اپنی زبان، ہاتھ اور دل کو شیریں، معاون اور فراخ بنائیں گے، واللہ ولی التوفیق۔☆

افتتاحیہ

ہندوستانی مسلمانوں کے موجودہ مسائل

محمد ابوالقاسم فاروقی

ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی بیس کروڑ سے زائد ہے۔ دنیا کے دس فیصد سے زیادہ مسلمان ہندوستان میں بستے ہیں، یہاں کی کل آبادی کا ۱۴.۴ فیصد مسلمان ہیں اور ہندوؤں کے بعد دوسری سب سے بڑی آبادی مسلمانوں کی ہے،اس کے باوجود وہ مسلم مائنارٹی (اقلیت) کہلاتے ہیں اور ترقی کی دوڑ میں سارے ہندوستانیوں سے پیچھے ہیں۔ ہندوستان کا جمہوری آئین مسلمانوں کو وہ تمام بنیادی حقوق مساویانہ طور پر عطا کرتا ہے جو دوسری ہندوستانی قوموں کو حاصل ہے،مگران کی زبوں حالی،معاشی بدحالی اور تعلیمی پس ماندگی آزادی کے وقت جیسی تھی اسی طرح آج بھی ہے،سرکاری اور غیرسرکاری جائزوں کے اعدادوشمار نے جوانکشاف کیا ہے وہ نہایت ہی ہولناک اور چونکا دینے والے ہیں،۱۹۸۳ء میں گوپال سنگھ رپورٹ ۱۹۸۸ء میں نیشنل سیمپل سروے (N.S.S.) کی رپورٹ اور ۲۰۰۶ء میں سچر کمیٹی کی رپورٹ مسلمانوں کی بدحالی کی داستان سنارہی ہے،مرکزی اور صوبائی حکومتیں مسلمانوں کی ترقی کے لیے صرف یوجنائیں بناتی ہیں،لیڈران اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہیں،مسلمانوں سے ہمدردی ظاہر کرتے ہیں،وعدے کرتے ہیں اوران کو حسین خواب دکھا کر ووٹ سمیٹ لیتے ہیں اور پھر اسٹیج سے غائب ہوجاتے ہیں۔

ہندوستانی مسلمانوں کے سامنے یوں تو بے شمار مسائل ہیں،لیکن ان میں سب سے اہم تعلیمی پس ماندگی،سیاسی قیادت کی کمی، اردو زبان کا مسئلہ،مرکزی اور صوبائی حکومتوں کا متعصّبانہ رویہ،فرقہ وارانہ فسادات اور عدم تحفظ کا احساس ہے۔میں یہاں پر مسلمانوں کی تنزل پذیر حالت کی ایک جھلک پیش کرنا چاہتا ہوں۔

سماجی اور معاشی حالت: ۲۰۰۶ء میں ڈاکٹر منموہن سنگھ کے تشکیل کردہ کمیشن سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق ”مسلمانوں کی سماجی اور معاشی حالت دلتوں سے بدتر ہے۔سرکاری اور پبلک سیکٹروں میں ان کی نمائندگی نہایت مایوس کن ہے“۔۱۹۹۳ء میں آئی اے ایس (انڈین ایڈمنسٹریشن سروس) میں ۷۸۹ کامیاب امیدواروں میں صرف ۲۰ مسلم تھے۔کامیاب امیدواروں کا یہ محض ۲.۵ فیصد تھا۔سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق آئی پی ایس میں ۴، بھارتی ریلوے میں ۴.۵،شعبۂ تعلیم میں ۶.۵ ، پولیس کانسٹبل میں ۶ ،شعبۂ صحت میں ۴.۵، شعبۂ نقل وحمل میں ۶.۵ اور عدلیہ میں ۷.۸ فیصد مسلمانوں کی نمائندگی ہے۔۳۱/ مارچ ۱۹۷۱ء تک مختلف وزارتوں کے تحت درجہ اول اور درجہ دوم کی ملازمتوں میں ۳۹۲۷۵ میں مسلمانوں کی تعداد صرف ۶۷۷ تھی۔یہ تعداد مسلم آبادی کے مقابلے میں محض ۱.۷ فیصد ہے۔

ہندوستان کے بڑے سرمایہ داروں کی فہرست میں کوئی مسلم نہیں ہے۔ان کے پاس نہ فیکٹریاں ہیں،نہ کارخانے اور نہ درآمد برآمد کا کاروبار ہے۔ان کے سامنے دستکاری، چھوٹی موٹی تجارت یا محنت کشی کا راستہ کھلا ہوا ہے۔کچھ مخصوص تجارتیں جن سے صرف مسلمان وابستہ تھے مثلاً چمڑے کی تجارت، گوشت کی تجارت، پارچہ بافی، برتن سازی، تانبے پیتل کے سجاوٹی سامانوں پر نقاشی اور نجاری وغیرہ اب ان پر بھی غیروں کا قبضہ ہے،جن علاقوں میں مسلمان چھوٹے موٹے کاروبار اور دستکاری کے ہنر کی بدولت خوش حال تھے،مثلاً بنارس،مئو،مرادآباد، بھاگل پور اور میرٹھ وغیرہ،فرقہ وارانہ فسادات کی وجہ سے اس علاقے کے مسلمان بھی حاشیے پر آچکے ہیں،

نیز ان کے کاروبار میں غیر مسلم سرمایہ دار کود پڑے ہیں۔ نیشنل سیمپل سروے کی ۱۹۸۸ء کی رپورٹ کے مطابق اس وقت ۵۲.۳ فیصد مسلمان خط افلاس سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں اور ان کی آمدنی Rs.150 یا اس سے کم ہے۔ ۴.۴ فیصد مسلمان سرکاری ملازمت میں ہیں۔ ۳.۷ فیصد مسلمانوں کو اپنی تجارت کے لیے حکومت کے ذریعہ مالی امداد فراہم کی گئی، صرف ۵ فیصد مسلمانوں کو سرکاری بینکوں سے قرض ملا ہے۔

وقف بورڈ مسلمانوں کی معیشت کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے مگر یہاں بھی بدعنوانیوں کا بازار گرم ہے، وقف بورڈ کو غیر قانونی طور پر قبضہ کی ہوئی جائدادوں کو واپس لانے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

تعلیمی پس ماندگی: مسلم قوم کی بے حسی اور مرکزی وصوبائی حکومتوں کی عنایات سے محرومی کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمان اس میدان میں بھی سب سے پیچھے ہیں۔ غریب مسلمانوں کی پناہ گاہ صرف مدارس ہیں۔ ان میں تعلیمی بیداری کی بے حد کمی ہے۔ بہت سے بچے تو مدرسہ یا اسکول کا منہ ہی نہیں دیکھتے۔ امیروں کا جوش بچے کا ہائی اسکول تک پہنچتے پہنچتے سرد پڑ جاتا ہے۔ N.S.S. کی ایک رپورٹ کے مطابق ۵۰.۵ فیصد مسلمان ناخواندہ ہیں۔ سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق ۶ سال سے ۱۳ سال تک ۱۴ فیصد مسلم بچے اسکول جاتے ہیں، ۱۴-۱۵ سال کے ۱۲ فیصد، ۱۶-۱۷ سال تک کے ۱۰ فیصد، ۱۸-۲۲ تک کے ۱۰.۲ فیصد، ۲۳ اور اس سے اوپر کے ۴.۷ فیصد مسلم طلباء تعلیم حاصل کرتے ہیں، ۱۹۸۰ء کے بعد مسلم قوم میں کچھ تعلیمی بیداری ضرور آئی ہے، لیکن وہ صرف لڑکیوں کی تعلیم تک محدود ہے، ۲۰۰۹ء میں مرکزی حکومت R.T.E. (رائٹ ٹو ایجوکیشن) یعنی حق تعلیم کا بل پاس کیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلم بچے اس قانون سے کہاں تک فیض یاب ہوتے ہیں۔

سیاسی قیادت کی کمی: آزادی کے بعد مولانا آزاد کے بعد کوئی ایسا ایماندار اور باصلاحیت مسلم رہنما ابھر کر سامنے نہیں آیا جو صحیح سمت میں مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی کر سکتا اور ان کے مسائل کو حل کرتا۔ کچھ مسلم رہنما ضرور آئے مثلاً رفیع احمد قدوائی، ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی، سید شہاب الدین، بنات والا، ضیاء الدین انصاری، سیف الدین سوز وغیرہ، لیکن ان کی مقبولیت اور اثرات بہت محدود تھے۔

پارلیمنٹ اور مجالس قانون ساز میں جو مسلم نمائندے گئے ہیں، ان میں یا تو مسلم مسائل کو سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے یا وہ صرف دولت اور شہرت کی لالچ میں سیاست میں آئے ہیں یا وہ پارٹی کی پالیسی کی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ابھی حال میں مظفر نگر فساد میں سپا کے مسلم ایم ایل ایز سپا حکومت پر فساد کو ختم کرنے کے لیے کوئی دباؤ نہیں ڈال سکے۔

پارلیمنٹ اور بہت سے صوبوں میں مسلم نمائندوں کی گھٹتی ہوئی تعداد نہایت تشویشناک ہے۔ حالیہ صوبائی الیکشنوں میں چھتیس گڑھ اور میزورم میں کوئی مسلم نمائندہ ودھان سبھا تک نہیں پہنچ سکا۔ راجستھان میں دو مسلم امیدوار جیت سکے، وہ بھی اس لیے کہ ان کا تعلق بی جے پی سے ہے، دلی میں چار مسلمان مسلم اکثریتی علاقوں سے مجلس قانون ساز تک پہنچ سکے۔ پارلیمنٹ کا الیکشن ہونے والا ہے۔ مسلمان حیران ہے کہ وہ کس طرف جائے، کانگریس اپنا اعتماد کھو چکی ہے۔ علاقائی پارٹیاں صرف ایک دو صوبے تک محدود ہیں۔

اردو زبان: آزادی کے بعد اردو اپنے ہی وطن میں اجنبی بن کر رہ گئی، آزادی سے قبل اس کے پاس اپنی یونیورسٹی تھی، پرائمری اسکول اور کالجز تھے، مگر آج اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ بہار اور یوپی جسے اردو کا وطن کہا جاتا ہے وہاں بھی اردو کا برا حال ہے، گنتی کے اردو میڈیم اسکول ہیں، اردو کے معلمین کمیاب ہیں، ان کی تربیت کا کوئی انتظام نہیں ہے، اردو میں لکھی ہوئی درخواستیں سرکاری

محکموں میں قبول نہیں کی جاتی ہیں۔اردو کے اساتذہ دوسرے مضامین پڑھا رہے ہیں،اردو کی نصابی کتابیں یا آؤٹ آف پرنٹ ہوتی ہیں یا بہت ہی محدود تعداد میں چھپتی ہیں،اردو کو روزی روٹی سے آج تک نہیں جوڑا جا سکا۔

فرقہ وارانہ فسادات: آزادی کے بعد ہندوستانی مسلمان مسلسل خوف وہراس کے عالم میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔فرقہ وارانہ فسادات کی وجہ سے وہ ہمیشہ عدم تحفظ کا شکار رہتے ہیں۔آزادی کے بعد مسلم مخالف فسادات ایک معمول بن گئے ہیں۔حکومت ہند کے وزارت داخلہ کی ایک رپورٹ کے مطابق ۱۹۵۴ء سے ۱۹۹۲ء تک ۱۱۳۳۵۶ اہم فسادات ہوئے،ایک مصنف اور دانش ور جے بی ڈی سوزا لکھتے ہیں:''کتنے شرم کی بات ہے کہ برٹش حکومت کے ۱۵۰ سالوں میں جس قدر جانیں گئیں آزادی سے لے کر اب تک مسلم مخالف فسادات میں اس سے کئی گنا جانیں گئیں''۔

یہ فسادات ون وے ٹریفک ہیں جس میں صرف ایک فریق یعنی مسلمان تباہ ہوتے ہیں،پولیس فورسز غنڈوں سے مل کر فریق بن جاتی ہیں۔فسادات کا نشانہ خاص طور سے وہ علاقے ہوتے ہیں،جہاں کے مسلمان نسبتاً خوش حال ہوتے ہیں اور کسی گھریلو صنعت سے وابستہ ہوتے ہیں،مثلاً بنارس،مئو،میرٹھ،مرادآباد و بھاگل پور وغیرہ۔دراصل مسلمانوں کو برباد کرنے کی یہ ایک سوچی سمجھی سازش ہے۔

صوبائی اور مرکزی حکومت کا متعصّبانہ رویہ: مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے ہر محکمہ میں نیچے سے اوپر تک، چپراسی سے اعلی افسر تک، ہر ایک کے ذہن میں تعصب کا زہر پیوست ہے۔مسلمانوں کو ہر جگہ ان کے متعصّبانہ رویے کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ایک طرف مرکزی اور صوبائی حکومتیں مسلمانوں کی ترقی اور ان کے مفادات کے لیے اسکیمیں بناتی ہیں۔مرکز میں حکمراں کانگریس پارٹی سچر کمیٹی کی زیادہ تر سفارشات کو نافذ کرنے کا دعوی کر رہی ہے۔حکومت نے اقلیتی امور کے یے مستقل وزارت قائم کی ہے،لیکن اسے کوئی اختیار نہیں دیا ہے۔یوپی حکومت نے اقلیتی فلاح و بہبود کا محکمہ بنایا ہے،یوپی حکومت نے اقلیت کی ترقی کے لیے دسیوں یوجنائیں چلا رکھی ہیں،دوسری طرف فسادات کی روک تھام کے لیے کوئی موثر قانون آج تک نہیں بن سکا۔انتخابی حد بندی اس طرح کی گئی کہ مسلم اکثریتی علاقوں کو رزرویشن کے تحت مخصوص کر دیا گیا،جس سے مسلمان نمائندوں کو پارلیمنٹ اور مجالس قانون ساز میں پہنچنا مشکل ہو گیا ہے۔ووٹر لسٹ سے مسلمانوں کے نام ہٹا دیے جاتے ہیں۔۱۹۹۴ء میں حیدرآباد اور سکندرآباد میں ۱۳۸۰۰۰ مسلمانوں کے نام ووٹر لسٹ سے ہٹا دیے گئے۔اگر تحقیق کی جائے تو ہر صوبہ میں اس کی بے شمار مثالیں ملیں گی۔

مولانا آزاد نے کہا تھا:''ایک بار ملک آزاد ہو گیا تو فرقہ پرستی کا جنون خود ہی دم توڑ دے گا''۔ان کی یہ حسرت تو پوری نہ ہو سکی، اس کے برعکس پورا ملک فرقہ واریت کے مسموم ابخرات سے کثیف ہو چکا ہے۔مرکزی اور صوبائی حکومتیں جمہوری اقدار کو بچانے میں ناکام رہی ہیں،خواہ وہ بابری مسجد کی شہادت ہو یا گجرات میں مسلمانوں کا قتل عام یا مظفرنگر کا حالیہ فساد یا دہشت گردی کے نام پہ بے قصور مسلمانوں کی اندھادھند گرفتاری ہو۔سیکولر مزاج دانش ور اور لیڈران تشویش کے اظہار سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔

آزادی کے بعد دو نظریے کھل کر ایک دوسرے کے سامنے آچکے ہیں۔پہلا نظریہ جمہوریت کا ہے،جس کے دعوے دار کانگریس اور اور کچھ علاقائی سیاسی پارٹیاں ہیں۔دوسرا نظریہ شدت پسند ہندتو کا ہے جو ملک کو ایک ایسے سامراجیہ میں بدلنا چاہتا ہے، جس میں ایک مذہب اور ایک تہذیب ہو۔مسلم اور دلت قوم جس کے قدموں تلے ہو۔

☆☆☆

خطبۂ حرم

علم: نہایت قیمتی سرمایہ

ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس
امام وخطیب مسجد حرام، مکہ مکرمہ

حمد وصلاۃ کے بعد:

برادران اسلام! اللہ کا تقوی اختیار کرو، اس کا تقوی ایسے علم تک پہنچنے کا ذریعہ ہے جو نجات کا زینہ ہے، فرمان الٰہی ہے:

﴿يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَاناً﴾

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ کا تقوی اختیار کرو تو وہ تمہارے لیے فرقان عطا کرے گا''۔(۱)

یعنی ایسا علم جس سے تم حقائق کو پہچان سکو گے اور حق و باطل کے درمیان تمیز کر سکو گے۔(۲)

محترم بھائیو! یہ بات ہر شخص کو اچھی طرح معلوم ہونی چاہیے کہ علم ایک اعزاز، نور اور فضیلت ہے جبکہ جہالت شر، مصیبت اور کوتاہی۔ اور نفع بخش علم ترقی کرنے اور بلندیوں تک پہنچنے کا زینہ ہے، جبکہ جہالت بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ علم نافع ہی افراد اور قوموں کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ اسی سے ہماری کامیابی ممکن ہے۔ اس کے بغیر زوال، پستی، ذلت اور رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے روز اول ہی سے حصول علم کی ترغیب اور بشارت دی۔ بتا دیا گیا کہ علم کے راستے میں اٹھنے والا ہر قدم جنت کی طرف لے جانے کا سبب ہے، اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

﴿يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾

''تم میں سے جو ایمان لائے ہیں اور جنہیں علم دیا گیا ہے، اللہ ان کے درجات بلند کرے گا''۔(۳)

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"من سلك طريقا يلتمس فيه علما، سهل الله له به طريقا إلى الجنة"۔

''جو علم کی تلاش کے راستے پر چلے گا اللہ تعالی اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دے گا''۔(۴)

ہم رسول اکرم ﷺ کی سنت میں بھی دیکھ سکتے ہیں کہ آپ ﷺ نے معلم اول کی حیثیت سے اپنے اقوال اور اعمال کے ذریعے سے نہایت عظیم الشان نمونہ قائم فرمایا، جس سے علم اور اہل علم کے مقام بلند کو سمجھا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلف

(۱) الأنفال: ۸:۲۹۔
(۲) مفتاح دار السعادۃ: ۱/۵۱۹، وتیسیر الکریم الرحمٰن للعلامۃ السعدی: ۱/۲۴۳۔
(۳) المجادلۃ: ۱۱
(۴) صحیح مسلم، حدیث: ۲۶۹۹۔

صالحین اور بزرگان دین نے حصول علم اور طلب علم کی راہ میں ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے جن کی تاریخ میں نظیر نہیں مل سکتی۔ ان پاک باز ہستیوں نے اس راہ میں صحراؤں کی پرواہ کی نہ چٹانوں اور کوہستانوں کو سد راہ سمجھا، سمندری راستوں کی ہولناکیوں کو خاطر میں لائے نہ وحشت ناک بیابانوں سے خوفزدہ ہوئے۔ انہوں نے اپنے عزم وہمت کے چراغ روشن رکھ کر دنیا کو مختلف علوم وفنون کا گراں قدر تحفہ دیا، جس کی گواہی دنیا کی ہر لائبریری اور مکتبہ دیتا ہے۔ ان کی یہ کامیابی ان کے اخلاص اور علم سے بے لوث محبت کا نتیجہ تھی۔ علوم وفنون کی راہ میں یہ عظیم الشان کامیابی تن پروری اور کاہلی سے حاصل نہیں ہوتی۔

آج ہم اپنی حالت زار پر نگاہ ڈالتے ہیں تو اس کا بنیادی سبب ہمیں اپنی جہالت کی شکل میں نظر آتا ہے۔ جہالت ہی نے ہمارا عقیدہ بگاڑا، ہماری عبادت برباد کی، جہالت ہی کی وجہ سے ہم نے شریعت کی حکمرانی کے بجائے حرص وہوس کو اپنا معبود بنایا، اپنی روزمرہ کی زندگی کو اسلامی تعلیمات سے دور رکھا اور اپنے اخلاق وعادات کو بگاڑ لیا۔ اس تباہی سے نجات کا صحیح اور واحد راستہ علم سے محبت ہے، اس کے سوا دوسرا کوئی راستہ نہیں۔

حالات زمانہ کے لحاظ سے علم کے مختلف درجات ہیں۔ سب سے پہلا اور اہم ترین درجہ کتاب اللہ کا علم ہے، اس کی تلاوت، حفظ اور فہم ہے، پھر سنت رسول ﷺ کا علم ہے۔ اس کے لیے احادیث کا فہم، پھر حدیث کی عملی شکلیں، دین میں بصیرت، عقائد، عبادات اور معاملات کے فقہی مسائل سے واقفیت ضروری ہے۔ اس کے لیے اگر ہم عربی زبان سے واقفیت حاصل کریں تو یہ بڑی اچھی بات ہے تاکہ قرآن وسنت کے چشمۂ صافی سے براہ راست مستفید ہوسکیں۔ ہم مختلف مروجہ زبانوں میں مہارت حاصل کرنے کے لیے بڑے مستعد رہتے ہیں، لیکن اپنی دینی زبان کی تحصیل سے غفلت اور سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ علم دین کے بعد ہمیں مختلف شعبوں کی طرف توجہ دینی چاہیے، جیسے: علم طب، انجینئرنگ، معاشیات، اقتصادیات اور سرمایہ کاری وغیرہ تاکہ ہم ہر میدان میں انسانیت کی خدمت کرسکیں اور دوسروں کے محتاج نہ ہوں۔ اسی طرح کچھ لوگوں کو جدید فنون حرب، عسکری اور دفاعی شعبوں میں بھی دلچسپی لینی ہوگی تاکہ وہ اپنے ملک کی بخوبی حفاظت کرسکیں۔ غرض فرزندان امت کے لیے ضروری ہے کہ وہ مختلف شعبوں میں آگے بڑھیں اور جس شعبے میں بھی جائیں ذہن میں ہردم یہ احساس تازہ رہے کہ اس کے ذریعے سے ہم اپنے دین کی خدمت کریں گے اور اپنی مہارت کو دعوت دین کا ذریعہ بنائیں گے۔

والدین کو چاہیے کہ تعلیمی سال کے آغاز ہی میں بچوں کے لیے مناسب مضامین تجویز کریں تاکہ اس شعبے میں بچوں کو آگے چل کر آسانی ہو۔ حصول علم کے لیے صحیح راستے کی نشاندہی اور مخلص اہل علم اساتذہ کا انتخاب ضروری ہے۔

اساتذۂ کرام کے لیے ضروری ہے کہ وہ طلبہ کے ساتھ خلوص وہمدردی کا برتاؤ کریں۔ طلبہ کی صلاحیتیں اور ان کا وقت ایک امانت ہے، اس میں کوتاہی قیامت کے دن کی رسوائی کا سبب بنے گی۔ اساتذہ کو چاہیے کہ تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ وہ طلبائے عزیز کی سیرت سازی پر بھی خصوصی توجہ دیں۔ انہیں اپنے بلند اخلاق اور دردمندانہ سلوک سے کندن بنائیں۔

علمائے کرام کو اللہ تعالی نے انبیاء کرام علیہم السلام کی جانشینی کا منصب عطا فرمایا ہے، وہ اس عظیم رتبے کی قدر کریں، اپنا

بلند مقام پہچانیں، علم کا نور عام کریں، اس کے لیے موزوں مقامات پر علمی مجالس اور تعلیمی حلقوں کا اہتمام کریں اور مساجد میں دینی تعلیم کا خصوصی اہتمام کریں تا کہ لوگ آسانی سے فائدہ اٹھا سکیں۔

نصاب تعلیم مرتب کرنے والے احباب اور تعلیمی کمیٹیوں کے سربراہوں سے ہماری گزارش ہے کہ وہ نصاب تعلیم کی تیاری میں اپنی اصلی ذمہ داری کے تقاضے اور خوف الٰہی ملحوظ رکھیں۔ نصاب کی ترتیب وتیاری میں قرآن وسنت کی تعلیمات عالیہ کا خاص خیال رکھیں۔ ہر وہ چیز جو اسلامی تعلیمات کے منافی ہو اسے نصاب سے خارج کردیں تا کہ ہمارے مدارس، کالج اور یونیورسٹیاں رشد وہدایت اور خیر وبرکت کا سرچشمہ ثابت ہوسکیں۔

طلبہ اور طالبات کے والدین اور سرپرستوں کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیمی ترقی میں ذاتی طور پر پوری دلچسپی لیں۔ معلمین کے ساتھ براہ راست رابطہ رکھیں تا کہ طلبہ کے حالات اوران کی تعلیمی کارکردگی کا ہر وقت علم ہوتا رہے۔

یہ چند سرسری گزارشات ہیں۔ ان پر غور کرنے اور عمل کرنے کی اشد ضرورت ہے تا کہ ہم اپنی عظمت رفتہ کی بازیابی میں کامیاب ہوکر قائدانہ رول ادا کرسکیں، اللہ تعالیٰ ہمیں علم نافع حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری کوتاہیوں اور لغزشوں سے درگزر فرمائے۔

عزیز بھائیو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، علم کی قدر کرو اور دینی بصیرت حاصل کرنے کی پوری کوشش کرو۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"من يرد الله به خيرا يفقهه فى الدين"۔(۱)

''جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے''۔

درپیش مسائل میں رہنمائی کے لیے علمائے کرام سے رجوع کرو، اپنے اوقات علم حاصل کرنے میں صرف کرو اور جان لو کہ حصول علم کے لیے کسی عمر یا وقت کی کوئی قید نہیں، نہ یہ سلسلہ کوئی ڈگری لینے کے بعد ختم ہوتا ہے، بلکہ اس میں ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔ خصوصا جس دور سے ہم گزر رہے ہیں، اس دور کا مؤثر ہتھیار علم ہی ہے۔ اس وقت جبکہ حصول علم کی سہولتیں زیادہ اور آسان ہوچکی ہیں، ان سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ داعیان دین اور مبلغین اسلام کی ذمہ داری ہے کہ پہلے وہ خود مسائل سے واقفیت حاصل کریں تا کہ ان کی بات میں اثر ہو اور وہ دعوت دین کے لیے بہترین راستہ اور حکمت سے بھرا اسلوب اختیار کریں ورنہ معلومات کی کمی دعوت وتبلیغ کے میدان میں ناکامی سے بھی دوچار کرسکتی ہے۔

برادران اسلام! ایک اہم گزارش ہے، اسے ہمیشہ پیش نظر رکھیے کہ آج کل علمی مہارت کے جھوٹے دعوے عام ہیں، بعض لوگ علم کے بغیر اس میدان کے شہسوار بننے کی کوشش کرتے ہیں، قلت علم کے باوجود نہایت حساس مسائل میں فتوے

(۱) صحیح بخاری، حدیث: ۷۱۔

دینے سے بھی گریز نہیں کرتے، اس غلط طرزعمل سے سخت غلط فہمیاں اور خلفشار پیدا ہوتا ہے۔ آپ کو ان خودساختہ مفتیوں سے چوکنا رہنا چاہیے۔

علم کی عظمت اور اہمیت پر اسلام نے روز اول ہی سے زور دیا ہے اور حصول علم میں سب سے پہلی ترجیح کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا علم ہے، پھر ہر وہ علم جو تمدنی ترقی اور دنیوی ضرورت کے لیے مفید ہو۔ ان سب کا حصول فرزندان توحید کے لیے لازمی ہے۔ وہ جس شعبۂ زندگی میں چاہیں خوب مہارت حاصل کریں، اس کی گنجائش ہے، البتہ اتنی بات ذہن میں رہے کہ اسلامی روح اور اصول متاثر نہ ہوں۔

برادران اسلام! علم اور اہل علم کی فضیلت اور اہمیت کے متعلق قرآن مجید کی متعدد آیات گواہی دے رہی ہیں، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

﴿أَفَمَن يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَى إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُوْلُواْ الأَلْبَابِ﴾ (۱)

''کیا پھر وہ شخص جو جانتا ہے کہ یقیناً جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہی حق ہے، وہ اس شخص کے مانند (ہوسکتا) ہے جو اندھا ہے؟ بس عقل والے ہی نصیحت پکڑتے ہیں''۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ (۲)

''اور کہیے: اے میرے رب! مجھے علم میں زیادہ کر''۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (۳)

''کہہ دیجیے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے، برابر ہوسکتے ہیں؟''

علم حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کیجیے۔ علم کے ساتھ عمل اور دعوت وتبلیغ کی ذمہ داریاں خوش اسلوبی سے ادا کیجیے۔ افراط وتفریط سے بچیے۔ ہمیشہ اعتدال ملحوظ رکھیے۔

درود وسلام پڑھیے اس معلم انسانیت ﷺ پر جس نے دنیا کو زیور علم سے زینت بخشی، جس نے جہالت کی تاریکی مٹائی اور علم کی روشنی پھیلائی۔ اللہ تعالی رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر لامحدود رحمتیں نازل فرمائے، آمین۔

☆☆☆

(۱) الرعد: ۱۹۔

(۲) طٰہ: ۱۱۴۔

(۳) الزمر: ۹۔

کامیاب کون؟

ابوالبیان رفعت سلفی

مادیت کے اس دور میں اکثر انسانوں کا یہ نظریہ بن چکا ہے کہ اصل کامیابی صرف دنیا اور متاع دنیا کے حصول ہی کا نام ہے، آخرت کا معاملہ جب آئے گا تو دیکھا جائے گا، اور اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے عام انسانوں کے ساتھ مسلمانوں کی اکثریت بھی سرگرداں نظر آرہی ہے، جبکہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے، کیونکہ آخرت کی زندگی ہی ہمیشہ کی زندگی ہوگی، اس کے مقابلے میں دنیا کی زندگی بہت مختصر ہوتی ہے، ابتداء آفرینش سے لیکر آج تک اس دنیا میں بے شمار انسان پیدا ہوئے اور اپنی حیات مستعار گزار کر دنیا سے کوچ کر گئے، اور ساری کمائی، مال واولاد، عالیشان محل، خوبصورت وتیز رفتار گاڑی، کامیاب تجارت، محبت کرنے والے دوست واحباب اور خاندان وقبیلہ اسی دنیا میں چھوڑ گئے اور اپنے ساتھ صرف اپنا عمل ہی لے گئے۔

دنیا کی حقیقت قرآن وسنت کی روشنی میں:

﴿إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً ، وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيداً جُرُزاً﴾ (سورۃ الکہف: ۷، ۸) "جو چیز زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کیلئے آرائش بنایا ہے تاکہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے، اور جو چیز زمین پر ہے ہم اس کو (نابود کرکے) بنجر میدان کر دیں گے۔

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّى، وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى، بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا، وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى، إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى، صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى﴾ (سورۃ الاعلیٰ:۱۴-۱۹) "بیشک اس نے فلاح پالی جو پاک ہوگیا، اور جس نے اپنے رب کا نام یاد رکھا اور نماز پڑھتا رہا، لیکن تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہت بہتر اور بقا والی ہے، یہ باتیں پہلی کتابوں میں بھی ہیں (یعنی) ابراہیم اور موسیٰ کی کتابوں میں۔

﴿وَلَوْلَا أَن يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُرُ بِالرَّحْمَنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقُفاً مِّن فَضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ، وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَاباً وَسُرُراً عَلَيْهَا يَتَّكِؤُونَ، وَزُخْرُفاً وَإِن كُلُّ ذَلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ عِندَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ﴾ (سورۃ الزخرف:۳۳-۳۵) "اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام لوگ ایک ہی طریقہ پر (کافر) ہو جائیں گے تو رحمٰن کے ساتھ کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتوں کو ہم چاندی کی بنا دیتے۔ اور زینوں (سیڑھیوں) کو بھی جن پر چڑھا کرتے۔ اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے۔ اور سونے کے بھی، اور یہ سب کچھ یونہی سا دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے آخرت تو آپ کے رب کے نزدیک (صرف) پرہیزگاروں کے لئے (ہی) ہے"۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اگر دنیا کی حیثیت اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو اس (دنیا) میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا"۔ (صحیح الجامع:۵۲۹۲)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر سو گئے جس کی وجہ سے آپ ﷺ کے پہلو میں (چٹائی) کے نشان پڑ گئے، ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! اگر (آپ اجازت دیں تو) ہم آپ ﷺ کے لئے ایک نرم گدا تیار کر دیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اس دنیا سے کیا سروکار؟ میں تو دنیا میں اس سوار کی طرح ہوں جو کسی درخت کے نیچے سایہ

حاصل کرنے کے لئے ٹھہرا، پھر چل پڑا اور اس درخت کو چھوڑ دیا۔(سنن ترمذی، صحیح الجامع: ۵۶۶۸)

زندگی کاٹ کے دنیا سے سفر کرنا ہے تم مسافر ہو وطن اس کو سمجھتے کیوں ہو؟
مال و اسباب گھر و در سے بچھڑنا ہوگا پھر تم اس دنیا کے گھر بار پہ مرتے کیوں ہو؟

سعادت مند افراد:

۱- ایمان اور عمل صالح سے مزین شخص: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ﴾ (سورۃ النحل: ۹۷)"جو شخص مرد ہو یا عورت بحالت ایمان نیک عمل کرے تو ہم اسے یقیناً بہتر زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انہیں ضرور بہ ضرور دیں گے"۔

علامہ ابن الجوزیؒ "حَيَاةً طَيِّبَةً" کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ: "حَيَاةً طَيِّبَةً" سے کون سی زندگی مراد ہے؟ اس سے متعلق مفسرین کے تین اقوال ہیں:

(۱) عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "حَيَاةً طَيِّبَةً" سے دنیوی زندگی مراد ہے۔

(۲) حسنؒ، مجاہدؒ، سعید بن جبیرؒ، قتادہؒ، اور ابن زیدؒ فرماتے ہیں کہ: "حَيَاةً طَيِّبَةً" سے آخرت میں جنت کی زندگی مراد ہے۔

(۳) ابوغسانؒ، شریکؒ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "حَيَاةً طَيِّبَةً" س ے مراد قبر کی زندگی ہے۔

پھر دنیوی زندگی میں "حَيَاةً طَيِّبَةً" سے کیا مراد ہے، اس سلسلے میں مفسرین کرامؒ کے نو (۹) اقوال ہیں:

(۱) علیؓ، ابن عباسؓ، حسنؒ، اور وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ: "حَيَاةً طَيِّبَةً" س ے مراد دنیوی زندگی میں قناعت کی نعمت ہے۔

(۲) ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ: "حَيَاةً طَيِّبَةً" س ے مراد یہ ہے کہ ایسے بندے کو دنیوی زندگی میں حلال روزی عطا کی جائے گی، اور ایسا بندہ دنیوی زندگی میں حلال ہی کھائے گا اور حلال ہی پہنے گا۔

(۳) علی بن ابی طلحہؒ ابن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "حَيَاةً طَيِّبَةً" سے دنیوی زندگی کی سعادت و نیک بختی مراد ہے۔

(۴) عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ: "حَيَاةً طَيِّبَةً" سے دنیوی زندگی میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی توفیق مراد ہے۔

(۵) قتادہؒ فرماتے ہیں: "حَيَاةً طَيِّبَةً" سے مراد "رزق یوم بیوم" ہے یعنی برابر سرابر روزی ملے گی۔

(۶) اسماعیل بن خالدؒ فرماتے ہیں کہ: "حَيَاةً طَيِّبَةً" سے مراد یہ ہے کہ ایسے شخص کو حلال روزی اور عمل صالح کی توفیق ہوگی۔

(۷) ابوبکر الوراقؒ فرماتے ہیں کہ: "حَيَاةً طَيِّبَةً" سے مراد یہ ہے کہ ایسے بندے کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی مٹھاس نصیب ہوگی۔

(۸) "حَيَاةً طَيِّبَةً" سے مراد یہ ہے کہ ایسے بندے کو صحت و عافیت اور حسب ضرورت روزی دی جائے گی۔

(۹) "حَيَاةً طَيِّبَةً" سے مراد یہ ہے کہ ایسا بندہ ہمیشہ اللہ کے فیصلوں اور اس کی مقدر کی ہوئی تقدیر پر راضی رہے گا۔

(تفسیر زاد المسیر لابن الجوزی)

﴿وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتَ مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُوْلَـئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلاَ يُظْلَمُونَ نَقِيراً﴾ (سورۃ النساء: ۱۲۴)"جو مرد یا عورت نیک اعمال کرے اور وہ ایمان والا ہو، یقیناً ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور کھجور کی گٹھلی کے

شگاف کے برابر بھی ان کا حق نہ مارا جائے گا۔

﴿وَالْعَصْرِ، إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ، إِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (سورۃ العصر)''زمانے کی قسم، بیشک انسان سراسر نقصان میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور (جنھوں نے) آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی''۔

۲- جس کو جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا: ﴿کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَما الْحَیَاةُ الدُّنْیَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾ (سورہ آل عمران: ۱۸۵)''ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تم سب اپنے (اچھے، برے اعمال) کے بدلے پورے پورے دیئے جاؤ گے پس جو شخص آگ (جہنم) سے ہٹا دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے بے شک وہ کامیاب ہوگیا، اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے''۔

علامہ جلال الدین السیوطی ؒ نے '' فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ'' کی تفسیر کے تحت مسند احمد کی درج ذیل حدیث نقل فرمائی ہے، عبداللہ ابن عمر ؓ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ وہ جہنم سے بچا لیا جائے اور اسے جنت میں ٹھکانہ مل جائے تو چاہیے کہ اسے اس حالت میں موت آئے کہ وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا ہو، اور لوگوں کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرے جیسا اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (الدر المنثور فی التفسیر بالماثور للسیوطیؒ، تفسیر ابن کثیر، مفاتیح الغیب للامام فخر الدین الرازیؒ)

سعید بن جبیر ؒ ''وَما الْحَیَاةُ الدُّنْیَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''**هی متاع الغرور لمن لم یشتغل بطلب الآخرة فاما من اشتغل بطلب الآخرة فهی له متاع وبلاغ إلیٰ ما هو خیر منها**'' دنیا صرف ایسے لوگوں کے لئے دھوکے کا سامان ہے جو (اس دنیاوی زندگی میں) آخرت کے حصول کی بالکل کوشش نہیں کرتے، رہے وہ لوگ جو (اس دنیاوی زندگی میں) آخرت کے حصول کی بھی کوشش کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کے لئے دنیا فائدہ اٹھانے کی چیز ہونے کے ساتھ انہیں آخرت کی کامیابی تک بھی پہونچانے والی ہے۔ (تفسیر الخازن ج ا ص ۳۲۸)

﴿إِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُونَ فِیْ آیَاتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا أَفَمَن یُلْقَی فِیْ النَّارِ خَیْرٌ أَم مَّن یَأْتِیْ آمِناً یَوْمَ الْقِیَامَةِ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِیْرٌ﴾ (سورہ فصلت: ۴۰)''جو لوگ ہماری آیتوں میں کجروی کرتے ہیں وہ (کچھ) ہم سے مخفی نہیں، (بتلاؤ تو) جو آگ میں ڈالا جائے وہ اچھا ہے یا وہ جو امن وامان کے ساتھ قیامت کے دن آئے؟ تم جو چاہتے ہو کرتے چلے جاؤ وہ تمہارا سب کیا دھرا دیکھ رہا ہے''۔

﴿لَا یَسْتَوِیْ أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ (سورۃ الحشر: ۲۰)''اہلِ دوزخ اور اہلِ بہشت برابر نہیں، اہلِ بہشت ہی تو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں''۔

۳- جو خوف الٰہی کی وجہ سے گناہوں سے بچتا رہا: ﴿فَأَمَّا مَن طَغَی، وَآثَرَ الْحَیَاةَ الدُّنْیَا، فَإِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَأْوَی، وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوَی، فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَأْوَی﴾ (سورۃ النازعات: ۳۷-۴۰)''تو جس شخص نے سرکشی کی (ہوگی) اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی (ہوگی) اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔ ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو خواہش سے روکا ہوگا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہی ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن ناصر السعدیؒ مذکورہ آیات کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: جس نے سرکشی کی اس طور پر کہ بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا، اللہ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہنا گوارہ نہ کیا، اور اپنی دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیا اس طور پر کہ پوری زندگی محض دنیاوی شہوات ولذات کے حصول میں ضائع کردی آخرت کو بالکل فراموش کردیا اور اس کے لئے کچھ بھی تیاری نہ کی تو ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہی ہوگا۔

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے (اپنے اعمال کے حساب وکتاب کے لئے) کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور یہ خوف اس کے دل پر اس قدر غالب آگیا کہ اللہ کی اطاعت سے روکنے والی تمام ناجائز اور بری خواہشات سے اپنے نفس کو بچالے گیا، اپنی جملہ خواہشات کو محمد رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے تابع بنالے گیا، اور پوری زندگی بھلائی ونیکی کے کاموں سے روکنے والی تمام نفسانی خواہشات وشہوات سے لڑتا رہا تو ایسے ہی شخص کو جنت میں ٹھکانہ ملے گا۔ (تفسیر السعدی)

بدکاری سے بچنے کا ایک ایمان افروز واقعہ:

اس واقعہ کے راوی امام ابن حزمؒ ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ان سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جو ثقہ اور سچا انسان ہے ''اہل قرطبہ (اسپین) میں ایک نوجوان نہایت خوبصورت تھا، جو بھی اس کو دیکھتا اس کا ہوجاتا، یہ نوجوان خوبصورتی کے ساتھ نہایت عبادت گزار اور متقی بھی تھا، اس نوجوان کا ایک دوست تھا جس سے یہ بہت محبت کرتا تھا وہ دوست اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسری بستی میں مقیم تھا۔ ایک مرتبہ یہ عابد اس (دوست) سے ملنے کے لئے گیا، شام ہوچکی تھی، اس کے دوست نے کہا کہ وہ آج کی رات اسی کے یہاں قیام کرلے، چنانچہ وہ مان گیا۔

اتفاق سے رات کے وقت اس کے دوست کو ساتھ والی بستی سے کسی اہم کام کے لئے بلاوا آگیا اور وہ اسے یہ کہہ کر چلا گیا کہ تم میرا انتظار کرو میں تھوڑی ہی دیر میں واپس آجاؤں گا۔ اب گھر میں اس (دوست) کی بیوی اور یہ خوبصورت نوجوان اکیلے تھے۔ سردی کا موسم تھا اور بارش بھی ہورہی تھی اور یوں بھی اس علاقے میں سردیوں کی راتیں بڑی لمبی اور تاریک ہوتی ہیں۔ گھر میں نوجوان اپنے دوست کا انتظار کرتا رہا مگر وہ نہ آسکا۔

ادھر اس کی بیوی کو بھی یقین ہوگیا کہ اس کا خاوند رات کو واپس نہیں آسکے گا۔ چنانچہ اس نے بناؤ سنگار کیا اور اس نوجوان کے پاس آگئی، اور اپنے آپ کو پیش کیا۔ نوجوان عابد نے انکار کیا، مگر عورت نے بار بار اس کو دعوت گناہ دی۔ نوجوان تھوڑی دیر کے لئے بہکا مگر فوراً ہی سنبھل گیا۔ چراغ جل رہا تھا، اس نوجوان نے اپنا ہاتھ چراغ کے اوپر کیا اور ذرا سا ہاتھ جلنے کے بعد پیچھے کھینچ لیا۔ اس نے اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: دنیا کی معمولی سی آگ برداشت کرنے کی طاقت نہیں جبکہ جہنم کی آگ کے مقابلے میں یہ کچھ بھی نہیں۔ اس عورت نے پھر دعوت گناہ دی۔ نوجوان نے پھر اپنے جسم کو آگ کے قریب کیا۔ جسم جلا تو اس نے پھر پیچھے کرلیا۔ اس طرح جب بھی اس (عابد نوجوان) کو گناہ کا خیال آتا، وہ اپنے آپ کو آگ کے شعلے کے قریب کرتا اور ذرا سی حدت برداشت کرکے اپنے آپ کو پیچھے کرلیتا۔

غرضیکہ ساری رات اس نے اسی طرح جاگتے ہوئے اور توبہ استغفار کرتے ہوئے گزار دی۔ صبح ہوئی تو اس کا انگوٹھا آگ کی لپٹ سے سیاہ ہوچکا تھا۔ (سنہرے اوراق ص: ۳۵، ۳۶)

بیشک ایسے ہی پاکدامن اور پرہیزگار مسلمانوں کی تعریف اللہ رب العالمین نے اپنے کلام مجید میں ان الفاظ میں فرمائی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُوْنَ﴾ (سورۃ العراف: ۲۰۱) بیشک جو لوگ پرہیزگار ہیں جب اُن کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو چونک پڑتے ہیں اور (دل کی آنکھیں کھول کر) دیکھنے لگتے ہیں۔

بزبان رحمۃ للعالمین وسید المرسلین محمد عربی ﷺ اللہ عزوجل نے ایسے ہی پارسا ومتقی مسلم نوجوانوں کو بروز قیامت اپنے عرش تلے سایہ دینے کی بشارت سنائی ہے:''ورجلٌ دعته امراةٌ ذاتُ حسنٍ وجمالٍ إلیٰ نفسِها فقال إني أخافُ اللهَ عزّ وجلّ'' وہ آدمی جسے کوئی حسین وجمیل عورت دعوت گناہ دے لیکن وہ اس کی دعوت کو یہ کہہ کرٹھکرادے کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔(متفق علیہ)اللهم اجعلنا منهم آمین!

۴-جس کی نیکیوں کا میزان بھاری پڑ گیا:﴿وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ، وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُوْلَـئِكَ الَّذِينَ خَسِرُواْ أَنفُسَهُم بِمَا كَانُواْ بِآيَاتِنَا يِظْلِمُونِ﴾ (سورۃ الاعراف:۸-۹)''اور اس روز وزن بھی برحق ہے، پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا تو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کرلیا بسبب اس کے کہ وہ ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے''۔

﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءلُونَ، فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ، وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُوْلَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ، تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ﴾ (سورۃ المومنون:۱۰۱-۱۰۴)''پس جبکہ صور پھونک دیا جائے گا اس دن نہ تو آپس کے رشتے ہی ہوں گے، نہ آپس کی پوچھ گچھ۔جن کے ترازو کا پلہ بھاری ہوگیا تو وہ نجات والے ہوگئے۔اور جن کے ترازو کا پلہ ہلکا ہوگیا تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنا نقصان آپ کرلیا، جو ہمیشہ کے لئے جہنم واصل ہوئے، اور ان کے چہروں کو آگ جھلستی رہے گی اور وہاں وہ لوگ بدشکل بنے ہوئے ہوں گے۔

سب سے وزنی نیکی:

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے ایک شخص کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اہل محشر کے سامنے اپنے پاس بلائے گا اور اس کے گناہوں کے ایک کم ایک سو(۹۹) دفتر اس کے سامنے کھولے جائیں گے ، جہاں تک نگاہ کام کرے وہاں تک کا ایک دفتر ہوگا، پھر اس سے جناب باری دریافت فرمائے گا کہ کیا تجھے اپنے کئے ہوئے ان گناہوں میں سے کسی گناہ کا انکار ہے؟ میری طرف سے جو محافظ فرشتے تیرے اعمال لکھنے پر مقرر تھے انہوں نے تجھ پر کوئی ظلم تو نہیں کیا؟ جواب دے گا اے اللہ نہ انکار کی گنجائش ہے نہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ظلماً لکھا گیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا تیرے پاس کوئی عذر ہے یا کوئی نیکی ہے؟ وہ گھبرایا ہوا ہوگا، کہے گا کوئی نہیں، پروردگار عالم فرمائے گا کیوں نہیں بیشک تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے اور آج تجھ پر کوئی ظلم نہ ہوگا، اب ایک چھوٹا سا پرچہ نکالا جائے گا جس میں''أشْهَدُ اَنْ لَّا إلٰهَ إلاّ اللّه وَاَنَّ مُحَمّداً رَّسُوْلُ اللّه'' ﷺ لکھا ہوگا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے پیش کرو! وہ(بندہ) کہے گا اے اللہ یہ پرچہ ان دفتروں کے مقابلہ میں کیا کرے گا؟ جناب باری تعالیٰ فرمائے گا تجھ پر ظلم نہ کیا جائے گا۔اب تمام کے تمام(گناہوں کے) دفتر ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ پرچہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا تو اس پرچہ کا وزن ان تمام دفتروں سے بڑھ جائے گا، یہ(گناہوں کا دفتر) جھک جائے گا اور وہ(نیکیوں کے دفتر) اونچے ہوجائیں گے اور رب رحمٰن ورحیم کے نام سے کوئی وزنی چیز نہ ہوگی۔(تفسیر ابن کثیر اردو ج۳ص۶۷۳،تخریج احادیث شرح العقیدۃ الطحاویہ للالبانی:۲/۴۷۲)

۵-اپنے نفس کی لالچ سے بچالیا گیا:﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنفِقُوا خَيْراً لِّأَنفُسِكُمْ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (سورۃ التغابن:۱۶)''پس جہاں تک تم سے ہوسکے اللہ سے ڈرتے رہو اور سنتے اور مانتے چلے جاؤ اور اللہ کی راہ میں خیرات کرتے رہو، اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے محفوظ رکھا جائے وہی کامیاب ہے''۔

عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس حال میں کہ آپ ﷺ ﴿الھٰکم التکاثر﴾ کی تلاوت فرمارہے تھے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا انسان کہتا ہے میرا مال، میرا مال، حالانکہ اے انسان تیرے مال سے تیرا (ایک تو وہ ہے) جو تو نے کھا کر ختم کرڈالا (دوسرا وہ ہے) جو تو نے پہن کر پرانا کردیا (تیسرا وہ ہے) جو تو نے صدقہ کرکے (آخرت کے لئے) آگے بھیج دیا۔ (صحیح مسلم: ۷۶۰۹)

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ" (صحیح مسلم: ۲٤۷۳) ''بیشک وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اسلام قبول کرلیا، برابر سرابر روزی دیا گیا اور اللہ نے اسے عطا کی گئی روزی پر قناعت کی توفیق سے نواز دیا۔

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ظلم کرنے سے بچو، اس لئے کہ ظلم قیامت والے دن اندھیروں کا باعث ہوگا، اور شح (بخل وحرص) سے بچو اس لئے کہ اسی شُح نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔ اسی شُح نے انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ آپس میں خونریزی کریں اور حرام کردہ چیزوں کو انہوں نے حلال سمجھ لیا۔ (مسلم: ۶۷۴۱)

ابوالہیاج الاسدیؒ سے روایت ہے کہ میں بیت اللہ کا طواف کررہا تھا کہ اچانک میری نظر ایک ایسے شخص پر پڑ گئی جو صرف اتنی ہی دعا مانگ رہا تھا "اللھم قنی شح نفسی" اے اللہ مجھ کو میرے نفس کی حرص سے بچالے۔ اس سے آگے کچھ بھی نہیں مانگتا تھا ۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو اس شخص نے جواب میں فرمایا کہ جب میں اپنے نفس کی حرص سے بچالیا جاؤں گا تو نہ تو چوری کروں گا، نہ زنا کاری کروں گا اور نہ ہی کوئی دوسرا گناہ کروں گا، اور یہ دعا مانگنے والے شخص عبدالرحمٰن بن عوفؓ تھے۔ (الموعظ الایمانیۃ من الآیات القرآنیۃ ج اص ۲۹۶)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رویت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لاَ يَجْتَمِعُ الشُّحُّ وَالْإِيمَانُ فِي قَلْبِ عَبْدٍ أبداً". (نسائی: ۳۱۱۴، البانی نے صحیح کہا، صحیح سنن النسائی ۶۵۲۲) "کسی بندے کے دل میں کبھی بھی شح (حرص نفس) اور ایمان جمع نہیں ہوسکتے"۔

شحیح اور بخیل کے درمیان فرق:

امام طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ بخیلی یہ ہے کہ انسان اپنے ہاتھ میں جو کچھ ہے اسے خرچ کرنے سے رک جائے، اور شحیح ایسے شخص کو کہتے ہیں جو حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر دوسرے لوگوں کی چیزوں کو حاصل کرنے کی آرزو کرے۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۸ اص ۳۰)

ایک شخص عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے کہنے لگا کہ میں ہلاک ہوگیا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے پوچھا وہ کیسے؟ اس شخص نے کہا اس لئے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے ﴿ومن یوق شح نفسہ فأولئک ھم المفلحون﴾ اور میں بھی شحیح ہوں اس لئے کہ جلدی مجھ سے بھی کوئی چیز نہیں نکلتی، عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا اسے شح نہیں بلکہ اسے بخل کہتے ہیں اور بخیلی میں کوئی بھلائی نہیں، اور وہ شُح جس کا تذکرہ اللہ نے قرآن مجید میں کیا ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم اپنے بھائی کا مال ظلماً (ناجائز طور پر) کھاجاؤ۔ (الدر المنثور للسیوطی ج ۱۴ص ۳۷۰)

۶- کامیاب ہوگئے وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں: "وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ" (سورۃ النور: ۵۲) ''اور جو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں، خوف الٰہی رکھیں اور اس کے عذابوں سے ڈرتے رہیں وہی نجات پانے والے ہیں"۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مذکورہ بالا آیت کریمہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب انہوں نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ کی خواہش ہو تو میں اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں خیرات کردوں، تو اللہ تعالیٰ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی تعریف میں اس آیت کو نازل فرمایا (جس کا مطلب یہ ہے) کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے۔ اور گذشتہ اعمال کے بارے میں اللہ سے ڈرے اور آئندہ اس کی مخالفت سے بچے تو ایسے ہی لوگ جنت حاصل کرکے اور جہنم سے نجات پاکر کامیاب ہونے والے ہیں۔ (تفسیر ابن عباس سورۃ النور)

﴿مَّنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّهَ وَمَن تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظاً﴾ (سور النساء: ۸۰) "جو شخص رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بیشک اُس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جو نافرمانی کرے تو اے پیغمبر تمہیں ہم نے اُن کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا"۔

﴿وَأَطِيعُواْ اللّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (سورہ آل عمران: ۱۳۲) "اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے"۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری امت کے تمام لوگ جنت میں داخل ہوں گے سوائے ان لوگوں کے جو انکار کردیں، پوچھا گیا، یا رسول اللہ! (جنت میں جانے سے) کون انکار کرے گا؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے (جنت میں جانے سے) انکار کردیا۔ (صحیح بخاری: ۷۲۸۰)

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کو جنت میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ رفاقت حاصل ہوگی:

﴿وَمَن يُطِعِ اللّهَ وَالرَّسُولَ فَأُوْلَـئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاء وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَـئِكَ رَفِيقاً، ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّهِ وَكَفَى بِاللّهِ عَلِيماً﴾ (سورۃ النساء: ۶۹-۷۰) "اور جو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ بہترین رفیق ہیں۔ یہ فضل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور کافی ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا"۔

ایک انصاری صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ سخت مغموم ہیں، سبب دریافت کیا تو جواب ملا کہ رسول اللہ ﷺ یہاں تو صبح شام ہم لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں آبیٹھتے ہیں، دیدار بھی ہو جاتا ہے اور دو گھڑی صحبت بھی میسر ہو جاتی ہے، لیکن کل قیامت کے دن تو آپ ﷺ نبیوں کی اعلیٰ مجلس میں ہوں گے تو ہم آپ تک پہنچ بھی نہ سکیں گے۔ رسول اکرم ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا، اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت ﴿وَمَن يُطِعِ اللّهَ وَالرَّسُولَ فَأُوْلَـئِكَ مَعَ الَّذِينَ .... وَكَفَى بِاللّهِ عَلِيماً﴾ لائے، رسول اللہ ﷺ نے آدمی بھیج کر انہیں یہ خوشخبری سنادی۔ (تفسیر ابن کثیر اردو ج ۱ ص ۵۷۹)

خلاصۂ کلام: یہ کہ حقیقی معنوں میں اللہ کی نظر میں کامیاب وہی لوگ ہیں جنہیں اس دنیا میں ایمان اور عمل صالح کی توفیق مل گئی ہو اگر چہ وہ دنیاوی مال ومتاع اور اسباب زندگی کے اعتبار سے انتہائی تنگدست وفقیر اور مفلس وقلاش ہی کیوں نہ ہوں، اور ایمان اور عمل صالح سے محروم شخص خواہ کتنا بھی مال واسباب اور سلطنت وحکومت کیوں نہ حاصل کرلے اللہ کی نظر میں کبھی بھی سرخرو نہیں سکتا۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ رب کائنات ہم تمام مسلمانوں کو آخرت کی تیاری کرتے ہوئے زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ایمان کی موت نصیب فرمائے، آمین۔

☆☆☆

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں

عبدالرحیم محمد یونس بنارسی

پروفیسر رشید احمد اپنی کتاب ''گنج ہائے گراں مایہ'' میں لکھتے ہیں کہ: ''موت سے کسی کو مفر نہیں، لیکن جو لوگ ملی ودینی مقاصد کی تائید وحصول میں تادمِ آخر کام کرتے رہتے ہیں، وہ کتنی ہی طویل عمر کیوں نہ پائیں، ان کی وفات قبل از وقت اور تکلیف دہ محسوس ہے''۔

۷/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ=۱۲/نومبر ۲۰۱۳ء (منگل) کے روزنامہ انقلاب، بنارس میں اچانک یہ جانکاہ خبر پڑھ کر دلی صدمہ ہوا کہ برصغیر کے معروف مصنف ومحقق، محدث عصر شیخ حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی کا طویل علالت کے بعد انتقال ہوگیا، اس طرح علم کا ایک اور ستارہ بجھ گیا، یہ خبر جمعیت وجماعت کے اوپر بجلی بن کر گری، حلیف وحریف یکساں افسردہ نظر آئے، شہر بنارس میں آپ کے معتقدین نے نماز جنازہ غائبانہ کا اہتمام کیا، اور ۱۵/نومبر بعد نماز جمعہ مسجد اہل حدیث، دارانگر میں ادا کی گئی، نماز جنازہ میں اطراف وجوانب کے لوگ کثیر تعداد میں موجود تھے۔

حافظ زبیر علی زئی ۲۵/جون ۱۹۵۷ء کو بمقام پیر دار (نزد حضرو، ضلع اٹک) پیدا ہوئے۔

نام ونسب: زبیر بن مجدد خان بن دوست محمد خان بن جہانگیر خان علی زئی، ان کے آباو اجداد میں سے ایک بزرگ پیر داد خان تھے، جنھوں نے غزنی (افغانستان) سے آخر یہ گاؤں اپنے نام سے آباد کیا تھا، آپ کے والد محترم حاجی مدد خان کی ولادت ۱۹۲۶ء میں اسی گاؤں میں ہوئی، وہ اس علاقہ کی معروف تعلیم یافتہ شخصیت ہیں۔

تعلیم: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ جامعہ محمدیہ، گوجرنوالہ اور وفاق المدارس السّلفیہ، فیصل آباد سے فارغ التحصیل تھے، آپ نے ایف-اے تک باقاعدہ انگریزی تعلیم بھی حاصل کی، پھر پرائیویٹ طور سے بی-اے کیا اور ۱۹۸۳ء میں ایم-اے (اسلامیات) کا امتحان پاس کیا، اس سے کافی عرصہ بعد ۱۹۹۴ء میں ایم-اے (عربی میں بھی کامیابی حاصل کی، مؤخرالذکر دونوں ڈگریاں پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کیں۔

کتب بینی: مطالعۂ کتب اور پڑھنے لکھنے کا شوق انہیں ابتدائے عمر ہی سے تھا۔ ۱۹۷۲ء میں صحیح بخاری کی پہلی جلد پڑھی۔ مختلف اوقات میں جن علمائے کرام سے استفادہ کیا، ان میں مولانا عبدالغفار حسن-رحمہ اللہ- (م:۲۰۰۷ء)، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی-رحمہ اللہ- (م:۱۴۰۸ھ)، سید محبّ اللہ شاہ راشدی-رحمہ اللہ- (م:۱۴۱۵ھ) سید بدیع الدین شاہ راشدی-رحمہ اللہ- (م:۱۴۱۶ھ، مولانا فیض الرحمٰن الثوری-رحمہ اللہ- (م:۱۴۱۷ھ) مولانا اللہ دتہ سوہدروی-رحمہ اللہ- (م:۱۴۲۲ھ) حافظ عبدالسلام بھٹوی، حافظ عبدالمنان نورپوری، حافظ عبدالحمید ازہر، وغیرہ شامل ہیں۔

نرینہ اولاد: ۱-طاہر (جن کے نام سے حافظ صاحب نے اپنی کنیت ''ابوطاہر'' رکھی تھی)۔ ۲- عبداللہ ۳-معاذ

عربی، فارسی، انگریزی، اردو، ہندکو، پشتو، اور یونانی زبانوں میں لکھنے پڑھنے اور گفتگو کی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ حافظ صاحب ماہنامہ ''الحدیث'' (حضرو، ضلع اٹک) کے بانی اور تاحیات مدیر تھے، یہ رسالہ جون ۲۰۰۴ء سے مسلسل ہر مہینہ شائع ہوتا ہے،

آپ کے مفید اور لائق مطالعہ مضامین مختلف مقالات اور کتابوں میں جمع کر دیے گئے ہیں، آپ مدرسہ اہل حدیث حضرو، ضلع اٹک میں تدریسی فریضہ بھی انجام دیتے تھے۔ علمی وعوامی سطح پر آپ کی خدمات یکساں اور ناقابل فراموش ہیں، اپنے علاقے میں مسلک اہل حدیث کے بہت بڑے مبلغ تھے۔ ۱۹۸۳ء تک حافظ صاحب کے علاقے چھچھ، ضلع اٹک میں اہل حدیث کی ایک بھی مسجد نہ تھی، کہا جاتا ہے کہ اب ان کی کوششوں سے گیارہ مسجدیں تعمیر ہو چکی ہیں۔ گمراہ اور منحرف فرقوں عیسائیوں، مرزائیوں، بریلویوں اور شیعوں کے خلاف کامیاب مناظر تھے۔ ادیان و فرق پر آپ کو بڑی دسترس تھی۔ آپ کا کتب خانہ مختلف موضوعات کی کتابوں پر مشتمل تھا، جس کا نام آپ -رحمہ اللہ- نے ''المكتبة الزبيرية'' رکھا تھا۔[۱]

حافظ صاحب کے سانحۂ ارتحال سے نہ صرف ملکی بلکہ عالمی سطح کے علمی حلقوں میں ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے، بلاشبہ وہ جدید و قدیم علوم کے متبحر عالم، دینی مسائل پر گہری نظر اور علوم حدیث وفقہ پر گہرا عبور رکھتے تھے جس کا ثبوت ان کی مدلل اور مبرہن تحریروں سے نمایاں ہوتا ہے، عصر حاضر کے تقاضوں اور نت نئے مسائل کا حل وہ قرآن وسنت کی صافی تعلیمات سے واضح فرماتے، علوم قرآنیہ، حدیث وفقہ، سیرت نبوی پر ان کا گہرا مطالعہ تھا، جس بات کو وہ درست اور حق سمجھتے اسے برملا کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے، وہ اپنے موقف پر ہمیشہ چٹان کی طرح قائم رہتے ہوئے جرأت و بے باکی سے بیان وکلام اور تحریر وتصنیف کی صلاحیتوں کو استعمال میں لاتے۔ حافظ صاحب کا خاص فن حدیث وفقہ ہے۔ اس موضوع پر ان کی متعدد تصانیف ہیں، وہ حدیثوں کے حافظ اور اس کی دقیق علتوں سے پوری طرح باخبر تھے، حافظ صاحب نادرۂ روزگار تھے، ان جیسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوئے ہیں، اقبال نے اسی طرح کی عظیم ترین شخصیات کے بارے میں ہی کہا تھا:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

فقہی مسلک: درحقیقت وہ کسی خاص فقہی مسلک کے پابند نہ تھے، البتہ صاحب فقہ ومجتہد ہونے کے باوجود منہج سلف سے علمی وفقہی طور پر زیادہ قربت رکھتے تھے اور اس کے فروغ کے لیے کوشاں بھی تھے۔ سرمایہ اہلحدیث حافظ زبیر علی زئی میں ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ اگر ان پر اپنے موقف کی غلطی واضح ہو جاتی تھی تو اس سے رجوع فرما لیتے تھے۔ اس کی شہادت خود حافظ صاحب -رحمہ اللہ- بایں الفاظ دیتے ہیں:

''مجھ سے تحقیق حدیث اور تحقیق اسماء الرجال میں جو بھی غلطی ہوئی ہے میں اس سے رجوع کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمتیں نازل کرے جو مجھے میری غلطیوں پر تنبیہ احسن کرے۔''[۲]

اس سے آپ کی علمی دیانتداری اور وسعت قلبی کا بخوبی اندازہ لگا جا سکتا ہے۔

علمی مقام ومرتبہ: محدث حافظ زبیر علی زئی -رحمہ اللہ- کے علم وفضل کے متعلق بے شمار اقوال کتابوں میں مذکور ہیں، ان کے تلامذہ معاصرین اور سوانح نگار سب ان کے علمی کمالات کے مداح ومعترف ہیں آپ کے متعلق دنیائے اسلام کے عظیم اسکالر حافظ صلاح

[۱] ماخوذ: برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن: اسحاق بھٹی، ص: ۱۸۶-۱۸۵ اور ''نور العینین فی اثبات رفع الیدین'' حافظ زبیر علیؒ، ص: ۱۳
[۲] نصر الباری فی تحقیق وترجمۃ جزء القراۃ للبخاری: حافظ زبیر علی رحمہ اللہ، ص: ۴۱-۴۰

الدین یوسف، ابوالحسن مبشر احمد ربانی، اور عبدالمالک مجاہد جیسے معاصر وہم عہد اصحاب کی متفقہ رائے اور شہادتیں منقول ہیں۔ ذیل میں بعض اہم اقتباسات درج ہیں:

۱- حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ''(تفسیر ابن کثیر) پر ہماری جماعت کے نامور محقق، اسماء الرجال کے ماہر اور جدید وقدیم کے فاضل مولانا زبیر علی زئی نے تحقیق اور نظر ثانی فرمائی ہے۔ مولانا زبیر علی زئی کی نظر ثانی کے بعد امید ہے کہ پورے اعتماد کے ساتھ اس تفسیر سے استفادہ کیا جا سکے گا'' ۔ ل

۲- اسی طرح فضیلۃ الشیخ ابوالحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ آپ کے علمی جلالت کا یوں اعتراف کرتے ہیں: ''(تفسیر ابن کثیر) ماہر اسمائے رجال اور دراسۃ الاسانید، ذہبیٔ وقت، حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی کی تحقیق ونظر ثانی سے مزین ہے''۔ ۲

۳- مدیر مکتبہ ''دارالسلام'' رقمطراز ہیں: ''شیخ زبیر علی زئی عظیم محقق، خدمت حدیث کے جذبے سے بہرہ ور، تحقیق حدیث کے ذوق سے آشنا اور فن اسماء الرجال کے ماہر ہیں، علوم حدیث پر بھی ان کی نظر گہری ہے اور فقہائے محدثین کی طرح صحیح حدیث کو ضعیف سے ممیّز کرنے کا جذبہ بھی رکھتے ہیں اور اس کام کی اہلیت وصلاحیت بھی....'' ۳

۴- مشہور صحافی ومؤرخ محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں کہ: ''علوم قرآن، علوم حدیث، رجال حدیث، متون حدیث، شروح حدیث، اسماء الرجال وغیرہ (جیسے اہم) موضوعات پر عمیق نگاہ رکھتے ہیں''۔ ۴

حافظ زبیر علی زئی کے شاگرد ندیم ظہیر فرماتے ہیں: ''استاذ محترم کی بہت سی خوبیوں سے آگاہی ہوئی لیکن دو وصف ایسے ہیں جو قحط الرجال کے اس دور میں خال خال ہی پائے جاتے ہیں۔ (۱) جب تک احقاق حق اور ابطال باطل جیسے فریضہ کو سرانجام نہ دے لیں اتنی دیر تک مضطرب رہتے ہیں۔ (۲) ان میں علمی بخل دور دور تک نظر نہیں آتا، دوران مطالعہ یا تحقیق میں چھوٹا سا بھی علمی نکتہ مل جائے تو دوسرے کو بتانا ضروری سمجھتے ہیں۔'' ۵

مزید فرماتے ہیں: ''استاذ محترم دفاع حدیث اور خدمت مسلک اہل حدیث کے جذبے سے سرشار ہیں، لہٰذا جس نے بھی حدیث یا اہل حدیث کے خلاف ہرزہ سرائی یا بے جا اعتراضات کیے، (آپ -رحمہ اللہ- کی طرف سے) انھیں بھی دندان شکن اور مسکت جوابات سے نوازا گیا۔ ۶

موطأ امام مالک کا مشہور ومعتبر نسخہ روایت ابن القاسم کا اردو ترجمہ، تحقیق، تعلیق اور حواشی آپ کا شاہکار ہے جس کے بارے میں حافظ ندیم ظہیر فرماتے: ''یوں تو استاذ محترم حفظہ اللہ (رحمہ اللہ) کی اب تک پچاس سے زائد علمی، تحقیقی، تنقیدی اور اصلاحی کتابیں منظر عام پر آکر اپنی علمیت ونافعیت کا لوہا منوا چکی ہیں لیکن زیر نظر کتاب ''الاتحاف الباسم'' کئی لحاظ سے منفرد حیثیت کی حامل

ل تقریظ: تفسیر ابن کثیر (اردو) ۱/۱۱
۲ تقریظ: تفسیر ابن کثیر (اردو) ۱/۹
۳ مقدمہ: سنن ابن ماجہ (اردو) ۱/۳۱
۴ برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن: اسحاق بھٹی، ص: ۸۶-۱۸۵
۵ تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات: حافظ زبیر علی رحمہ اللہ ۱/۷
۶ ایضا // // ۱/۸

ہے۔''[۱]

علمائے عصر کی محولہ بالا تحریر میں حافظ صاحب کے فضل وکمال رسوخ فی العمل، شان تفقہ اور دین وشریعت کی صحیح ترجمانی کا ایسے بلند اور وقیع الفاظ میں ذکر آیا ہے جو ان کی علمی دینی خدمات کے اعتراف اور علماء وفضلاء کے حلقہ میں ان کے مقام ومرتبہ کی تعیین کے لیے گویا حرف آخر ہیں۔

تصنیفی وتحقیقی خدمات: حافظ صاحب کا تحریری ذوق ماہنامہ ''الحدیث'' سے ہی آشکارا ہے جو خود ان کا جاری کردہ رسالہ ہے، علاوہ ازیں الاعتصام، اہل حدیث، الإسلام، محدث اور شہادت وغیرہ اردو اخبارات ورسائل میں بھی ان کے مضامین شائع ہوئے ہیں، لیکن ایسا نہیں ہے کہ آپ کا قلم بس یہیں تک محدود تھا بلکہ آپ کے اوپر اللہ کا یہ خاص فضل تھا کہ آپ بیک وقت اردو وعربی کے مصنف تھے، اسی طرح بہت سی عربی کتابوں کا اردو میں ترجمہ بھی کیا، بعض کتابیں عربی زبان میں لکھیں، جن میں احادیث مبارکہ کی چند ضخیم کتابوں کی تخریج وتحقیق بھی شامل ہے، الحمدللہ خدمت حدیث کے اپنے مشن میں آپ پوری طرح کامیاب تھے، جس کا ثبوت آپ کی وہ تصانیف ہیں جن کو ہم حافظ صاحب کی کتاب ''نور العینین فی اثبات رفع الیدین'' کے حوالہ سے ہی ذیل میں درج کرتے ہیں۔

اردو تصانیف:

۱- اختصار علوم الحدیث لابن کثیر/ترجمہ وتحقیق (مطبوع)
۲- اکاذیب آل دیوبند
۳- التأسیس فی مسئلۃ التدلیس (تحقیقی مقالات جلد اول)
۴- القول الصحیح فی ماتواتر فی نزول المسیح (مقالات جلد اول)
۵- القول المتین فی الجہر بالتامین (مطبوع)
۶- الکواکب الدریہ (مسئلہ فاتحہ خلف الإمام/مطبوع)
۷- انوار الطریق فی ردظلمات فیصل الحلیق (مقالات جلد چہارم)
۸- بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (مطبوع)
۹- تحقیق وترجمہ اثبات عذاب القبر للبیہقی
۱۰- تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات (۴/جلد: مطبوع)
۱۱- تخریج احادیث: الرسول کأنک تراہ
۱۲- تخریج وتحقیق وترجمہ جزء رفع الیدین (مطبوع)
۱۳- تخریج ریاض الصالحین
۱۴- تخریج فتاویٰ اسلامیہ
۱۵- تخریج نماز نبوی
۱۶- ترجمہ، تحقیق وفوائد مشکوٰۃ المصابیح/کتاب الإیمان
۱۷- ترجمہ شعار اصحاب الحدیث للحاکم الکبیر (تحقیقی مقالات، جلد دوم)
۱۸- ترجمہ وتحقیق آثار السنن
۱۹- تسہیل الوصول
۲۰- تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ (مطبوع)
۲۱- تلخیص الأحادیث المتواترہ (مخطوط)
۲۲- توضیح الاحکام/فتاوی علمیہ (۲/جلد: مطبوع)
۲۳- توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری/احمد سعید ملتانی کا جواب (مطبوع)
۲۴- جنت کا راستہ (مطبوع)
۲۵- حاجی کے شب وروز، ترجمہ وتحقیق وفوائد (مطبوع)
۲۶- دین میں تقلید کا مسئلہ (مطبوع)
۲۷- سیف الجبار
۲۸- شرح حدیث جبریل/ترجمہ وتحقیق وفوائد (مطبوع)
۲۹- صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ (صحیح بخاری کا دفاع)
۳۰- عبادات میں بدعات اور سنت سے ان کا رد (ترجمہ وتحقیق)

[۱] الإتحاف الباسم في تحقيق موطأ: رواية ابن القاسم، ص:۳۴

۳۱- عصر حاضر کے چند کذابین کا تذکرہ (مخطوط)
۳۲- فضائل درود وسلام/ ترجمہ وتحقیق (مطبوع)
۳۳- ماسٹر امین اوکاڑوی کا تعاقب (مطبوع)
۳۴- ماہنا "الحدیث" حضرو (جون ۲۰۰۴ء سے مسلسل ہر مہینہ شائع ہوتا ہے)
۳۵- مختصر صحیح نمازِ نبوی (مطبوع)
۳۶- موطأ امام مالک/ روایۃ ابن القاسم (ترجمہ تحقیق وفوائد) (مطبوع)
۳۷- نبی کریم ﷺ کے لیل ونہار (ترجمہ وتحقیق کتاب الانوار للبغوی)
۳۸- نصر الباری فی تحقیق وترجمۃ جزء القراۃ للبخاری (مطبوع)
۳۹- نصر المعبود فی الرد علی سلطان محمود (مطبوع/تحقیقی مقالات جلد دوم)
۴۰- نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام (مطبوع)
۴۱- نور العینین فی اثبات رفع الیدین عند الرکوع وبعدہ فی الصلاۃ (جس کے حوالہ سے یہ تصانیف ضبط کی جارہی ہیں)
۴۲- نور القمرین (نور العینین کے ساتھ اسی کے آخر میں مطبوع ہے)
۴۳- نور المصابیح (مطبوع)
۴۴- ہدیۃ المسلمین (مطبوع)
۴۵- یمن کا سفر (مقالات جلد دوم)

عربی تصانیف:

٤٦- أضواء المصابيح فى تحقيق مشكوٰة المصابيح (مخطوط)
٤٧- الأسانيد الصحيحة في أخبار الإمام أبى حنيفة (مخطوط)
٤٨- أنوار السبيل في ميزان الجرح والتعديل (مخطوط)
٤٩- أنوار السنن في تخريج و تحقيق آثار السنن (مخطوط)
٥٠- أنوار الصحيفة في الأحاديث الضعيفة (مطبوع)
٥١- تحفة الأقوياء في تحقيق كتاب الضعفا (مطبوع)
٥٢- تحقيق و تخريج تفسير ابن كثير (مطبوع)
٥٣- تحقيق مسائل محمد بن عثمان بن أبى شيبة
٥٤- تحقيق و تخريج أحاديث اثبات عذاب القبر للبيهقى (مخطوط)
٥٥- تحقيق و تخريج بلوغ المرام
٥٦- تحقيق و تخريج جزء على بن محمد الحميري (مطبوع)
٥٧- تحقيق و تخريج سنن الترمذى (مخطوط)
٥٨- تحقيق و تخريج كتاب الأربعين لإبن تيمية (مخطوط)
٥٩- تحقيق و تخريج مسند الحميدى (مخطوط)
٦٠- تحقيق و تخريج مناقب علي و الحسين و أمهما فاطمة الزهراء (مخطوط)
٦١- تحقيق و تخريج موطأ إمام مالك/رواية يحي بن يحي (مخطوط)

٦٢– تخريج الأنوار في شمائل النبي المختار (مخطوط)
٦٣– تخريج النهاية في الفتن والملاحم (مطول، مخطوط)
٦٤– تخريج أحاديث منهاج المسلم (مخطوط)
٦٥– تخريج جزء رفع اليدين البخارى (مخطوط)
٦٦– تخريج شعار أصحاب الحديث لأبي أحمد الحاكم (مخطوط)
٦٧– تخريج كتاب الجهاد لإبن تيمية (مخطوط)
٦٨– تخريج كتاب النهاية في الفتن والملاحم (مختصر، مخطوط)
٦٩– تخريج و تحقيق المعجم الصغير للطبرانى (غير كامل)
٧٠– تسهيل الحاجة في تحقيق و تخريج سنن ابن ماجه (مخطوط)
٧١– التقبيل والمعانقة لإبن الاعرابى، تحقيق و تخريج (مخطوط)
٧٢– تلخيص الكامل لإبن عدي (مخطوط)
٧٣– السراج المنير في تخريج تفسير ابن كثير (مفقود)
٧٤– صحيح التفاسير (غير كامل/مخطوط)
٧٥– العقد التمام في تحقيق السيرة لإبن هشام (مخطوط)
٧٦– عمدة المساعي في تحقيق و تخريج سنن النسائى (مخطوط)
٧٧– الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين (مطبوع)
٧٨– فضل الإسلام للشيخ محمد بن عبدالوهاب (تخريج، غيرمطبوع)
٧٩– في ظلال السنة /الحديث و فقه (مطبوع فى سياحة الأمة/ إسلام آباد)
٨٠– كلام الدار قطني فى سننه في أسماء الرجال (مخطوط)
٨١– نيل المقصود في تحقيق و تخريج سنن أبى دائود (مخطوط)
٨٢– تخريج و تحقيق حصن المسلم (مطبوع)

تصانیف کی یہ تعداد ۱۰۱/ مارچ ۲۰۱۱ء سے قبل کی ہے، [1] اس کے بعد مذکورہ تصانیف کے علاوہ اگر کوئی تصنیف منظرِ عام پر لائی ہو تو یہ مزید اضافہ ہوگا، جیسے اہل حدیث ایک صفاتی نام، صحیح بخاری کا مطالعہ (نظر ثانی)، فضائل صحابہ (تحقیق و تخریج)، مقالات الحدیث (تحقیق و نظر ثانی)

[1] نور العینین: حافظ زبیر علی رحمہ اللہ، ص:۱۴-۱۷

وفات: علم وفن کا یہ بے مثال شہسوار، روشن آفتاب مورخہ ۵/محرم الحرام، ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۰/نومبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار اپنے آبائی وطن میں غروب ہوگیا۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ ان کی بھرپور دینی وملی خدمات کو قبول ومنظور فرما کر ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے خاندان وحلقہ احباب واصحاب کو صبر وحوصلہ کی توفیق دے۔ آمین

آسماں تیری لحد پر شبنم فشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

☆☆☆

(بقیہ درس قرآن)

کتب حدیث کی تدوین کے ساتھ تیسری صدی ہجری سے ہی علم الرجال پر کتابیں لکھی گئیں۔ ذیل میں ہم چند اہم کتابوں کی لسٹ دیتے ہیں، جن سے اسلام کے اس امتیازی کارنامہ کا اندازہ لگایا جاسکے جن کی بدولت احادیث رسول محفوظ ہیں۔ اور جو لوگ حجیت حدیث کے بارے میں شکوک میں مبتلا ہیں ان کی آنکھیں کھل سکیں۔

نام کتاب	مصنف کا نام	سنہ وفات	کیفیت
التاریخ الکبیر (۸ جلد میں)	محمد بن اسماعیل البخاری	۲۵۶ھ	حروف تہجی کے اعتبار سے (۳۶۵۲) رواۃ کے حالات منقول ہیں۔
الکنی والاسماء (۲ جلد میں)	مسلم بن الحجاج النیسابوری	۲۶۱ھ	حروف تہجی کے اعتبار سے (۳۸۰۴) رواۃ کے حالات منقول ہیں۔
الطبقات الکبری (۸ جلد)	ابوعبداللہ محمد بن سعد المعروف بابن سعد	۲۳۰ھ	یہ اپنے فن میں پہلی کتاب شمار کی جاتی ہے، جس میں نبی کریم ﷺ سے لے کر ان کے زمانہ تک کے تابعین کا ذکر ہے، اور زمان ومکان کے اعتبار سے ذکر کیا، مثلاً پہلے بدری، مہاجرین، پھر بدری انصار پھر سن کے اعتبار سے، اور مکان میں پہلے مدینہ پھر مکہ، طائف، یمن، یمامہ پھر کوفہ پھر بصرہ.............۔
معرفۃ الصحابۃ	ابوعبداللہ محمد بن اسحاق ابن مندہ العبیدی	۳۹۵ھ	حروف تہجی کے اعتبار سے صحابہ کرام کا تذکرہ۔

معرفۃ الصحابۃ (۷ جلد)	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد الاصبہانی	۴۳۰ھ	حروف تہجی کے اعتبار سے نام، کنیت، بغیر نام اور صحابیات کا الگ الگ تذکرہ ہے۔
الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (۴ جلد)	ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر	۴۶۳ھ	حروف تہجی کے اعتبار سے (۴۲۲۴) صحابہ کرام کے تراجم ہیں۔
اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (۸ جلد)	ابوالحسن علی بن أبی الکرم محمد عزالدین بن الأثیر	۶۳۰ھ	حروف تہجی کے اعتبار سے (۱۱۷۷) صحابہ کرام کے تراجم ہیں۔
تاریخ بغداد (۱۶ جلد میں)	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳ھ	حروف تہجی کے اعتبار سے (۷۸۳۷) رواۃ کے حالات منقول ہیں۔
تاریخ دمشق (۸۰ جلد میں)	علی بن الحسن المعروف بابن عساکر	۵۷۱ھ	حروف تہجی کے اعتبار سے (۱۰۲۲۶) رواۃ کے حالات منقول ہیں۔
تہذیب الکمال فی أسماء الرجال (۳۵ جلد میں)	جمال الدین ابوالحجاج المزی	۷۴۲ھ	حروف تہجی کے اعتبار سے (۸۰۴۵) رواۃ کے حالات منقول ہیں۔
سیر أعلام النبلاء (۲۵ جلد میں)	شمس الدین ابوعبداللہ الذھبی	۷۴۸ھ	اسلام کی ابتداء سے ۷۰۰ھ تک طبقات کے اعتبار سے مرتب کیا ہے، ۳۵ طبقات مرتب ہے۔
میزان الاعتدال فی نقد الرجال (۴ جلد)	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذھبی	۷۴۸ھ	حروف تہجی کے اعتبار سے (۱۱۰۵۳) راویوں کے حالات قلمبند کئے ہیں۔
تہذیب التہذیب (۱۲ جلد میں)	احمد بن علی بن حجر العسقلانی	۸۵۲ھ	تہذیب الکمال کی تہذیب واختصار ہے، گیارہ (۱۱) جلد میں (۹۳۲۴) رواۃ کا تذکرہ ہے، بارہویں جلد میں (۲۸۵۰) کنیت، لقب اور روایات کا ذکر ہے۔

لسان المیزان (۱۰ جلد میں)	احمد بن علی بن حجر العسقلانی	۸۵۲ھ	آٹھ (۸) جلد تک حروف تہجی کے اعتبار سے (۸۷۳۱) رواۃ کا تذکرہ ہے، نویں جلد میں کنیت کے اعتبار سے تذکرہ ہے اور دسویں جلد فہرست ہے۔
تذکرۃ الحفاظ (۴ جلد)	شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد الذھبی	۷۴۸ھ	اپنے موضوع پر مشہور کتاب ہے جس میں (۱۱۷۶) حفاظ کا تذکرہ ہے اور ۲۱ طبقات میں منقسم کیا ہے۔
طبقات الحفاظ	عبدالرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین السیوطی	۹۱۱ھ	۲۵ طبقات تک (۱۱۹۰) حفاظ کا ذکر کیا ہے۔
کتاب الضعفاء	محمد بن اسماعیل البخاری	۲۵۶ھ	(۴۴۲) ضعفاء کا تذکرہ ہے۔
الجرح والتعدیل (۹ جلد)	ابو محمد عبدالرحمٰن المعروف بابن ابی حاتم	۳۲۷ھ	(۲۳۸۳) رواۃ اور علماء ومحدثین کے تعدیل وجرح پر محیط ہے۔
المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین (۳ جلد)	ابو حاتم محمد بن حبان المعروف بابن حبان	۳۵۴ھ	(۱۲۸۴) ضعیف رواۃ کا تذکرہ ہے۔
الکامل فی ضعفاء الرجال (۹ جلد)	ابو احمد بن عدی الجرجانی	۳۶۵ھ	(۲۲۰۶) ضعفاء کا تذکرہ ہے۔
الضعفاء والمتروکین (۳ جلد)	ابو الحسن علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵ھ	(۶۳۲) ضعیف رواۃ کا تذکرہ ہے۔
الضعفاء الکبیر	ابو جعفر محمد بن عمرو العقیلی	۳۲۲ھ	(۲۱۰۱) ضعفاء کا تذکرہ ہے۔
تاریخ اسماء الضعفاء والکذابین	عمر بن احمد بن عثمان ابن شاہین	۳۸۵ھ	(۷۲۲) ضعفاء کا تذکرہ ہے۔
الضعفاء	ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰ھ	(۲۸۹) ضعفاء کا تذکرہ ہے۔
الضعفاء والمتروکین (۳ جلد)	جمال الدین ابو الفرج ابن الجوزی	۵۹۲ھ	(۴۰۱۸) ضعفاء کا تذکرہ ہے۔
المغنی فی الضعفاء	شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد الذھبی	۷۴۸ھ	(۳۶۷۸) ضعفاء کا تذکرہ ہے۔

(جاری)

☆☆☆

تیمارداری: احکام ومسائل

محمد اسلم مبارک پوری

اسلام ایک عالم گیر آفاقی مذہب ہے۔ اس کا ہر حکم، اور ہر فعل اپنے اندر ایک ایسی حسین معنویت رکھتا ہے جو اسے دوسرے مذاہب وادیان پر امتیاز اور فوقیت عطا کرتا ہے۔ شریعت اسلامیہ کے جو بھی احکام ہیں، وہ نہایت بابرکت، دوررس اور نتیجہ خیز ہیں۔ اس کی تعلیمات عقل انسانی کے موافق اور ہم آہنگ ہے۔ اسلام کے انہی احکام واوامر میں سے ایک عظیم حکم مریض کی تیمارداری ہے۔

بخاری (۱۲۳۹) مسلم (۳۰۶۶) میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مریض کی بیمار پرسی کرنے، جنازہ کے ساتھ چلنے، چھینکنے والے کا جواب دینے، قسم دلانے والے کی قسم پوری کرنے، مظلوم وبے سہارا کی مدد کرنے، دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کرنے اور سلام کو فروغ دینے اور اسے عام کرنے کا حکم دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں: سلام کا جواب دینا، بیمار شخص کی مزاج پرسی کرنا، جنازہ کے پیچھے چلنا، دعوت قبول کرنا، اور چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا۔

بخاری (۱۲۴۰) مسلم (۲۱۶۲) میں چھ حقوق کا ذکر ہے، اور چھٹا حق یہ ہے: جب وہ خیر خواہی طلب کرے تو اس کی خیر خواہی کرے۔

ان مذکورہ دونوں حدیثوں میں اسلام نے مسلمانوں پر جو حقوق عاید کیے ہیں، اگر ان کی گہرائی میں جاکر اندازہ لگایا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ ایسے حقوق ہیں، جن کو سماج ومعاشرہ میں عام کرنے سے محبت والفت پیدا ہوتی ہے۔ اور ربط وتعلق میں اضافہ ہوتا ہے۔ احترام کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔ سماج میں صالح انقلاب آتا ہے۔ دلوں سے نفرت، کینہ، کپٹ اور عداوت کافور ہوتی ہے۔ آپس میں تعاون اور مدد کرنے کا جذبہ قلوب واذہان میں موجزن ہوتا ہے۔ تنگ اور سکڑے ہوئے دل انشراح اور فرحت وانبساط سے معمور ہوجاتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالی کے حبیب، محسن انسانیت نبینا محمد ﷺ نے ان حقوق کی ادائیگی پر سختی سے کاربند رہنے کا حکم دیا ہے۔ اور اسے ''باہمی حقوق'' میں شمار کیا ہے۔ اور حد درجہ ترغیب دی ہے۔ شرح السنۃ (۲۱۲/۵) الرسالۃ الفقہیۃ لابن ابی زید القیروانی (ص ۶۷۲، ۶۹۹)۔

۱- تیمارداری کے فضائل:

● نبی ﷺ نے تیمارداری کی بہت فضیلت بیان کی ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إن المسلم إذا عاد أخاه المسلم، لم يزل في خرفة الجنة حتى يرجع" مسلمان آدمی جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو واپس آنے تک، وہ جنت کے تر وتازہ پھلوں کے چننے میں مصروف رہتا ہے۔ آپ

ﷺ سے پوچھا گیا کہ خرفة الجنة کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جنت کا تازہ پھل چننا۔(مسلم:۲۵۶۸)

● حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کے وقت مزاج پرسی کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے خیر کرتے رہتے ہیں، اور اگر شام کے وقت بیمار پرسی کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے خیر کرتے رہتے ہیں۔اور جنت میں اس کے لیے چنے ہوئے پھلوں کا حصہ ہے۔(سنن ابوداود:۳۰۹۸، ۳۰۹۹،ترمذی:۹۶۹،ابن ماجہ:۱۴۴۲،مسند احمد:۱/۹۷، یہ حدیث صحیح ہے، صحیح الترمذی:۷۷۵،سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ:۱۳۶۷)

● حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالی بروز قیامت فرمائے گا، اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو تو نے میری عیادت (مزاج پرسی) نہیں کی۔انسان کہے گا: اے میرے رب، میں تیری عیادت کیسے کرتا؟ جب کہ تو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔اللہ تعالی فرمائے گا: کیا تجھے علم نہ تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے لیکن تو نے تو اس کی عیادت نہ کی أما علمت أنك لودعته لوجدتني عنده کیا تجھے علم نہیں تھا کہ اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا تو یقیناً مجھے اس کے پاس پاتا۔(مسلم:۲۵۶۹) یعنی میری رضا تجھے حاصل ہو جاتی۔

۲- تیمارداری کا مطلب:

تیمارداری کا مطلب ہے: مریض کی دل جوئی کرنا، اسے تسلی دینا، اور اس کی دیکھ ریکھ کرنا۔

۳- تیمارداری کا حکم:

● بخاری (۳۰۴۶،۵۱۷۴) میں حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عودوا المريض مریض کی عیادت کرو۔اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے وجوب عیادۃ المرضی کا باب باندھا ہے، جس کا مطلب ہے: مریض کی عیادت کرنا واجب ہے، لیکن یہ وجوب فرض کفائی ہے۔(فتح الباری:۳/۱۳۶) فرض کفایہ کا مطلب ہے: إذا قام به البعض سقط عن الباقين جب اسے چند لوگوں نے انجام دے دیا تو بقیہ لوگوں کی طرف سے ساقط ہو جائے گا، اور ادا کرنا ضروری نہ ہوگا۔(کفایۃ الاخیار:۱/۲۵۹،شرح السنۃ:۵/۲۱۲)

۴- تیمارداری کا طریقہ، اور اس کے آداب:

انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ جب انسان بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے تو درد وغم، کرب والم اس کا حصہ بن جاتا ہے، اور اس کا سکون وچین غارت ہو جاتا ہے۔بستر علالت پر بیماری کو لے کر تفکرات کی وادی میں گم رہتا ہے، اسے کسی پل چین نہیں آتا، اور کبھی شدت مرض کی وجہ سے زندگی سے بیزار ہو جاتا ہے، اور یاس وقنوط اس کا مقدر بن جاتی ہے، ایسی حالت میں تیماردار کا کام یہ ہے کہ:

☆ مریض کے پاس جا کر اسے تسلی دے۔ بیماری سے شفایابی کی امید افزا بات کرے، جس سے مریض کو ڈھارس بندھے، ہمت اور جینے کا جذبہ پیدا ہو۔ اس کے پاس کبھی ایسی بات نہ کرے جس میں یاس وقنوط اور ناامیدی ہو، اور اس کے ذہن پر برا اثر ڈالے۔ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "إذا حضرتم المريض فقولوا خيرا، فإن الملائكة يؤمنون على ما تقولون" جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو بھلی بات کہو۔ اس لیے کہ فرشتے تمہارے کہے پر آمین کہتے ہیں۔ (نسائی: ۱۸۲۶) یہ روایت مسلم (۹۱۹) میں بھی ہے، مگر اس میں شک کے ساتھ مریض یا میت کا ذکر ہے۔ ابوداود (۳۱۱۵) میں بغیر شک کے ساتھ صرف میت کا تذکرہ ہے۔

☆ تیماردار مریض کے لیے شفا کی دعا کرے۔

● عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: إذا جاء الرجل يعود مريضا جب کوئی بیمار کے پاس عیادت کے لیے جائے تو اللهم اشف عبدك، ينكأ لك عدوا، أو يمشي لك إلى جنازة کہے۔ یعنی: اے اللہ اپنے بندے کو شفا دے تاکہ تیری راہ میں دشمن سے قتال وخوں ریزی کرے یا تیری رضا کی خاطر جنازے کے ساتھ جائے۔ (ابوداود: ۳۱۰۷، احمد: ۲/۱۷۲، یہ حدیث صحیح ہے، صحیح ابوداود: ۲۶۶۴)

● عائشہ بنت سعد بن ابو وقاص کہتی ہیں کہ ان کے والد (سعد) مکہ میں بیمار ہوئے تو نبی ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے، آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے والد کی پیشانی پر رکھا، اور سینہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا، پھر یہ دعا کی: اللهم اشف سعدا، واتمم له هجرته اے اللہ سعد کو شفا دے، اور ان کی ہجرت کو مکمل فرما۔ (ابوداود: ۳۱۰۴، یہ روایت صحیح ہے، صحیح ابوداود: ۲۶۶۱) یعنی مکہ سے مدینہ پہنچا دے ایسا نہ ہو کہ مکہ میں انتقال ہو جائے اور ہجرت ناقص رہ جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک دیہاتی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اور آپ ﷺ جس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو یہ فرماتے: لا بأس طهور، إن شاء الله کوئی فکر نہیں، اللہ نے چاہا تو یہ بیماری گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔ (بخاری: ۵۶۵۶)

☆ تیماردار کو چاہیے کہ مریض کی حالت دریافت کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے سلام کرنے کے بعد فرمایا: كيف تجدك تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے جواب دیا: بخير، يا رسول الله بخیر وعافیت ہوں، اے اللہ کے رسول ﷺ۔ (ترمذی: ۹۸۳، ابن ماجہ: ۴۲۶۱، یہ روایت حسن ہے۔ صحیح الترمذی: ۷۸۵)

یا مریض کے گھر والوں سے مریض کی خیریت دریافت کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے پاس سے آپ کی اس بیماری میں باہر نکلے جس میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو

لوگوں نے پوچھا کہ اے ابوالحسن! (یہ حضرت علی کی کنیت ہے) رسول اللہ ﷺ نے کیسے صبح کی؟ فرمایا: الحمدللہ، آپ ﷺ نے بہتر ہونے کی حالت میں صبح کی۔ (بخاری: ۴۴۴۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مریض زیادہ نازک حالت میں ہو، اور اس سے ملنا ممکن یا مفید نہ ہو تو اس کی بابت اس کے گھر والوں سے پوچھنا ہے۔ اس طرح گھر والوں کے لیے ضروری ہے کہ مریض کی حالت مسرت افزا انداز میں بیان کریں تاکہ پوچھنے والوں کے دلوں کو بھی ہمت وحوصلہ ملے۔ (دلیل الطالبین: ۷۰۸/۱-۷۰۹)

☆ تیماردار کو چاہیے کہ مریض کو انابت الی اللہ، توبہ اور وصیت کی رغبت دلائے۔ (بخاری: ۲۷۳۸، مسلم: ۱۶۲۷)

☆ تیماردار کو چاہیے کہ مریض کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرے اور اس کے تمام امور کو لطف وکرم اور مدارات کے ساتھ انجام دے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے، نہ اسے ڈانٹے اور نہ ہی بار بار ایک ہی کام کے لیے کہے۔ (المغنی لابن قدامہ: ۳۶۳/۳)

نبی ﷺ نے قبیلہ جہینہ کی ایک عورت (جو زنا سے حاملہ ہوگئی تھی) اس کے اولیاء سے فرمایا: أحسن إليها اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ (مسلم: ۱۶۹۶) اس حدیث پر امام نووی رحمہ اللہ نے ریاض الصالحین (۱۰۷/۱) میں ان الفاظ میں باب باندھا ہے: مریض کے خاندان، اور اس کے خدمت گذاروں کو مریض کے ساتھ اچھا سلوک کرنے، تکلیف اٹھانے اور اس کی طرف سے پیش آنے والی مشقتوں پر صبر کرنے کی تلقین۔

☆ تیماردار مریض کے پاس دیر تک نہ بیٹھے، بلکہ احوال وکوائف معلوم کرنے کے بعد جلد ہی رخصت ہو جائے، اور مریض پر بارگراں نہ بنے، ہاں اگر مریض اس کے ساتھ دیر تک رہنا پسند کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (الثمر الدانی ص۶۷۲)

☆ تیمارداری کا یہ عمل ثواب کی نیت سے ہو۔

☆ تیماردار کو چاہیے کہ غیر محرم اجنبی عورت کی عیادت کے وقت اس کے ساتھ تنہا نہ رہے، کیونکہ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت حرام ہے۔ (مسلم: ۲۱۷۱) بلکہ اس کے پاس اس وقت رہے جب کوئی محرم موجود ہو۔

۵-عورت کی تیمارداری کرنا:

ام العلاء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میری علالت میں میری عیادت کی، اور فرمایا: أبشري يا أم العلاء، فإن مرض المسلم يذهب الله به خطاياه كما تذهب النار خبث الذهب والفضة۔ اے ام العلاء، خوش ہو جاؤ، بے شک بیماری کے ذریعہ اللہ تعالی مسلمان بندے کی گناہوں کو ایسے دور کر دیتا ہے جیسے آگ سونے اور چاندی کے میل کو دور کر دیتی ہے۔ (ابوداود: ۳۰۹۲، یہ حدیث صحیح ہے)

٦-باربارعیادت کرنا جائز ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب خندق کے دن سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے مسجد (نبوی) میں ایک خیمہ نصب کردیا تاکہ آپ ﷺ قریب سے ان کی عیادت کرسکیں۔ (بخاری: ۴۶۳، مسلم: ۱۷۶۹) امام ابوداود رحمہ اللہ نے اس حدیث سے مریض کی بار بار عیادت کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔(ابوداود: ۳۱۰۱)

۷-اہل کتاب، ذمی اور غیر مسلم کی عیادت کرنا:

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عیادت اور تیمارداری کرتے، اسی طرح ذمی اور غیر مسلم افراد کی بھی عیادت کرتے۔ یہ نبی ﷺ کے اعلی اخلاق وکردار کی ایک اہم دلیل ہے، اور اسلامی تعلیمات کے محاسن کا کھلا ثبوت ہے، عبداللہ بن ابی (جو راس المنافقین ہے، جس کے منافقانہ کردار کی قرآن مجید گواہی دیتا ہے، اور جس نے اسلام کو زک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا) نبی ﷺ اس کے مرض الموت میں اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔(ابوداود: ۳۰۹۴، یہ حدیث حسن ہے)

بخاری (۱۳۵٦) میں ہے کہ ایک یہودی لڑکا بیمار پڑا تو نبی اکرم ﷺ اس کی عیادت کے لیے آئے، اور اس کے سرہانے بیٹھ گئے، پھر اس سے فرمایا: أسلم مسلمان ہوجاؤ۔ اس لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا، جو اس کے سرہانے تھا تو اس سے اس کے باپ نے کہا: ابوالقاسم (نبی ﷺ) کی اطاعت کرو، لہذا وہ مسلمان ہوگیا، آپ ﷺ یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ الحمد لله الذي أنقذه بي من النار تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہے جس نے اس کو میری وجہ سے جہنم سے نجات دی۔ اسے ابن السني نے عمل الیوم واللیلۃ (۵۵۴) میں مطولا روایت کیا ہے۔

۸-بیماریاں گناہوں کا کفارہ ہیں:

اسلامی نقطہ نظر سے چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی تکلیف دہ چیزیں مومن مرد وعورت کو ذنوب ومعاصی سے اس طرح پاک کردیتی ہیں جس طرح بارش کے قطرات درختوں پر پڑے ہوئے گرد وغبار کو صاف دیتے ہیں۔ حدیث شریف میں ابوسعید خدری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ما يصيب المسلم من نصب ولا وصب ولا هم ولا حزن ولا أذى ولا غم حتى الشوكة يشاكها إلا كفر الله بها من خطاياه مسلمان کو جو بھی جسمانی تکان، بیماری، فکر، غم اور تکلیف پہنچتی ہے حتی کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالی اس کے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے۔ (بخاری: ۵٦۴۱، ۵٦۴۲، مسلم: ۲۵۷۳) یہ اس وقت ہے جب مومن اس بیماری پر صبر کرے۔ جزع فزع اور تقدیر الہی کا شکوہ نہ کرے۔ اگر ایسا کرتا ہے تو دنیاوی تکلیف کے ساتھ دوسری مصیبت یہ ہوگی کہ وہ اجر وثواب سے محروم

رہے گا۔اور گناہوں کا بوجھ بھی اٹھانا پڑے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، جس بھی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے، کانٹا لگے یا اس پر کوئی بڑی مصیبت آئے تو اللہ تعالی اسے، اس کے برے اعمال کا کفارہ بنا دیتا ہے، اور اس کے گناہ اس سے اس طرح گرتے ہیں جیسے پت جھڑ کے موسم میں درخت کے پتے گرتے ہیں۔(بخاری: ۵۶۴۷، مسلم: ۲۵۷۱)

۹-ہدایات برائے مریض:

☆ مریض پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالی کی قضاو قدر پر ایمان لائے۔

☆ جزع فزع کے بجائے صبر کرے۔(ابوداود: ۳۱۲۴، المغنی لابن قدامہ: ۳/ ۳۶۰)

☆ اللہ تعالی سے لو لگائے، اور اللہ تعالی کے بارے میں حسن ظن (اچھا گمان) رکھے۔(مسلم: ۲۸۷۷)

☆ اللہ تعالی کا ذکر کرے، کیونکہ اس نازک حالت میں اللہ رب العالمین کے ذکر سے وہ فوائد حاصل ہوں گے جو زندگی کے دیگر اوقات میں عموما دیر سے حاصل ہوتے ہیں۔

☆ اپنی گناہوں پر اللہ رب العالمین کی پکڑ سے خوف کرے۔اور حصول جنت کی امید رکھے۔(صحیح ابن ماجہ: ۳۴۳۶)

☆ مریض بیماری کی حالت میں خود کے لیے دعا کرے، اور دوسروں کے لیے بھی دعا کرے۔بکثرت إنا لله وإنا إليه راجعون پڑھے اور یہ دعا کرے اللهم أجرني في مصيبتي واخلف لي خيرا منها اے اللہ میری مصیبت میں مجھے اجر عطا فرما، اور اس کی جگہ بہتر بدل عطا فرما، تو اللہ تعالی اس کی مصیبت میں اجر عطا کرتا ہے۔(مسلم: ۹۱۸)

☆ مریض کو بیماری سے گھبرا کر موت کی تمنا نہیں کرنی چاہیے۔اس سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔(بخاری: ۶۳۵۱، مسلم: ۲۶۸۰)

☆ موت آنے سے پہلے اپنی تمام تر ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو جائے۔(بخاری: ۲۴۴۹)

☆ مباح چیزوں سے علاج کرے۔اور اللہ تعالی سے گریہ وزاری کرے اور شفا مانگے۔(ابوداود: ۳۸۵۵، مختصر فقہ اسلامی: ۲/ ۶۳۵)

☆ اور حرام دواؤں سے علاج نہ کرے۔(ابوداود: ۳۸۷۰، ترمذی: ۲۰۴۵، ابن ماجہ: ۳۴۵۹، احمد: ۲/ ۳۰۵)

☆☆☆

اسلام میں قسم کے احکام

ابوطلحہ بن محمد ابراہیم سلفی

انسان معاملات میں کبھی ایسے حالات سے دوچار ہوتا ہے جب اسے اپنا حق ثابت کرنے کے لیے قسم کا سہارا لینا پڑتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم قسم کھانا اپنی عادت بنالیں یا جھوٹی قسم کے ذریعہ اپنے بھائی کا مال ہڑپ لیں۔قسم اس وقت کھانی چاہیے جب حق ہاتھ سے نکل جانے کا خطرہ ہو اور سوائے قسم کے کوئی اور چارہ نہ ہو، اگر کوئی نزاعی معاملہ عدالت میں پہنچے تو مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی جب کہ مدعی گواہ حاضر کرے گا، اگر گواہ پیش نہ کرسکے تو قاضی مدعا علیہ کو قسم کھانے کی ہدایت کریں گے۔اگر وہ قسم کھالے تو اسی کے حق میں فیصلہ کردیا جائے گا۔

ابوداؤد کی حدیث ہے کہ ایک آدمی حضرموت سے اور ایک شخص کندہ سے آنحضور ﷺ کے پاس تشریف لائے، حضرمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اس شخص (کندی) نے میرے والد کی زمین پر قبضہ کرلیا ہے، تو کندی نے کہا کہ یہ زمین میرے قبضے میں ہے میری ہے، میں ہی اس کو جوتتا ہوں، اور اس کا اس پر کوئی حق نہیں! چنانچہ نبی ﷺ نے حضرمی سے فرمایا کہ: کیا تمہارے پاس کوئی گواہ ہے؟ اس نے کہا نہیں، تو آپ نے کندی سے فرمایا کہ تم اس بات کی قسم کھاؤ۔حضرمی نے کہا اے اللہ کے رسول! وہ تو فاجر ہے، میرے خلاف قسم کھانے میں اس کو کوئی پرواہ نہیں۔آپ نے فرمایا کہ نہیں، ایسا ہی ہوگا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔[۱]

واضح رہے کہ قسم صرف اور صرف اللہ کی کھائی جائے گی۔اس کے اسماء وصفات کے ذریعہ سے، اس لیے کہ نبی ﷺ نے غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے: ''ألا إن الله ينهاكم أن تحلفوا بابائكم'' کہ خبردار! اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے آباء واجداد کی قسم کھانے سے روکتا ہے۔لہٰذا سنو! ''من كان حالفا فليحلف بالله أو ليصمت'' [۲] جس کو قسم کھانا ضروری ہو اور وہ قسم کھانا چاہے تو چاہیے کہ وہ اللہ ہی کی قسم کھائے یا تو خاموش رہے۔حضرت عمر رضی اللہ فرماتے ہیں: قسم اللہ کی! جب سے میں نے رسول ﷺ کو اس سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے، نہ جان بوجھ کر آباء کے نام سے قسم کھائی ہے اور نہ ہی بھول کر۔

قسم ہر معاملہ میں فیصلہ کن نہیں بلکہ بعض ایسے معاملات ہیں جن میں قسم کے بغیر بھی فیصلہ دے دیا جاتا ہے۔مثلاً حدود کے باب میں زانی اگر زنا کا اقرار نہ کرے اور اس کے خلاف متعینہ تعداد میں گواہ بھی موجود نہ ہوں تو ایسی صورت میں اسے

[۱] ابوداؤد: حدیث نمبر: ۲۶۲۳، علامہ البانی نے صحیح کہا ہے۔

[۲] صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر: ۴۲۵۷۔

چھوڑ دیا جائے گا اور اس سے قسم بھی نہیں لی جائے گی، اور اس کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ماعز بن مالک نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا: کہ اس نے زنا کا ارتکاب کرلیا ہے، چنانچہ نبی ﷺ نے ان سے منہ پھیر لیا، پھر انھوں نے کئی بار دہرایا، تو پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے اعراض کرلیا اور لوگوں سے پوچھا ''أ مجنون هو''؟ کیا وہ دیوانہ ہوگیا ہے؟ لوگوں نے جواباً عرض کیا ''ليس به بأس'' کچھ نہیں ہوا ہے۔ (یہ تو ٹھیک ہیں) نبی ﷺ نے ماعز سے کہا ''أفعلت بها؟'' کیا تو نے حقیقت میں ایسا کیا ہے؟ انھوں نے ہاں بھرا، تو رسول ﷺ نے انھیں رجم کرنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ انھیں لے جا کر رجم کر دیا گیا اور نبی ﷺ نے ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ مذکورہ حدیث میں رسول نے ان سے قسم نہیں لیا بلکہ فقط ان کے اقرار پر ہی فیصلہ صادر فرما دیا اگر وہ اقرار نہ کرتے تو چھوڑ دیتے اور ان کے معاملے کو اللہ کے حوالے کر دیتے۔

بعض لوگوں نے قسم کھانے کو عادت بنالیا ہے۔ اس لیے وہ اسے اہمیت نہیں دیتے۔ قسم کھالیتے ہیں اور اس کو پورا نہیں کرتے، اور پورا نہ کرنے کی صورت میں جو کفارہ عائد ہوتا ہے وہ بھی ادا نہیں کرتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو قسم کی حفاظت کرنے کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ فرمایا: ''واحفظوا أيمانكم''[۲] اپنے قسموں کی حفاظت کرو۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کے معنی میں ابن جریر کا قول نقل کیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی قسم کھالے اور اس کو پورا بھی نہ کرے تو اس کا کفارہ ادا کیے بغیر اسے نہ چھوڑ دے، بلکہ قسم کا خیال رکھتے ہوئے کفارہ ادا کرے۔ [۳]

مال کمانے کے لیے قسم کھانا درست نہیں:

مال کمانے کے لیے قسم کھانا درست نہیں ہے، ایسا مال برکت سے خالی ہوتا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ''الحلف منفقة للسعة ممحقة للبركة''[۴] کہ قسم سامان کو ظاہری طور پر تو بڑھاتی ہے لیکن حقیقت میں برکت کو ختم کر دیتی ہے۔

صاحب فتح المجید نے اس کی تشریح یوں کی ہے کہ جب صاحب مال اپنے سامان پر قسم کھا کر کہے گا کہ انھوں نے اس سامان کو اتنے میں بیچا ہے یا اتنے میں خریدا ہے تو خریدنے والا اس کو سچ مان کر اس کی اصل قیمت سے زیادہ دے کر خریدے گا۔ حالانکہ بائع جھوٹا ہے اور اس نے فقط قیمت میں اضافے کی لالچ سے قسم کھایا ہے، تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو کر اس کی برکت ختم کر دے گا، جب برکت چلی جائے گی تو اس میں نقصان داخل ہو جائے گا اور یہ نقصان اس سے کہیں بڑھ کر ہوگا جتنا اس نے جھوٹی قسم کے ذریعہ سے کمایا تھا اور کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوگا کہ اس کی اصل پونجی ہی چلی جائے گی۔ [۵]

---

[۱] ابوداؤد: ۴۳۷۷
[۲] المائدۃ: ۸۹
[۳] تفسیر القرآن العظیم ۲/۱۲۶
[۴] بخاری، کتاب البیوع، حدیث نمبر: ۲۰۸۷
[۵] فتح المجید ص: ۴۳۹

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ’’إياكم و كثرة الحلف في البيع، فإنه ينفق ثم يمحق‘‘ [1] یعنی بیع میں بہت زیادہ قسم کھانے سے بچو، اس لیے کہ اس سے بیع (کچھ دنوں کے لیے) فروغ پائے گی پھر ختم ہوجائے گی۔ایک حدیث میں تو رسول اللہ ﷺ نے تاجروں کو فاجر بتایا۔آپ سے کہا گیا: يا رسول الله! أليس قد أحل الله البيع؟ کیا اللہ نے بیع کو حلال نہیں کیا ہے؟ فرمایا کیوں نہیں! ولكنهم يحدثون فيكذبون و يحلفون و يأثمون [2] لیکن تاجر حضرات باتوں میں جھوٹ بولتے ہیں اور قسم کھاتے ہیں اور گناہ کرتے ہیں۔

بعض لوگ تو کبھی قسم کھا کر ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں جن باتوں کو بغیر قسم کے بھی کہنا درست نہیں۔مثلا اللہ کی قسم فلاں بن فلاں جہنمی ہے اور فلاں کا انجام یہ ہوگا اور فلاں ہرگز ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا۔فلاں بن فلاں کو اللہ تعالیٰ کبھی نہیں معاف کرے گا۔آپ نے فرمایا: قال رجل: والله لا يغفر الله لفلان، فقال الله عزوجل! من ذالذى يتألى على أن لا أغفر لفلان فإني قد غفرت لفلان واحبطت عملك۔ [2] کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ قسم اللہ کی، اللہ تعالیٰ فلاں کو نہیں بخشے گا، تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے، کون ہے جو مجھ پر اس طرح کی قسم کھا رہا ہے کہ میں فلاں کو نہیں بخشوں گا؟ ایسا ہے! میں نے فلاں کو بخش دیا اور تمہارے عمل کو رائیگاں کر دیا۔اسی طرح کی ایک دوسری حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ’’بنی اسرائیل میں دو آدمیوں کی آپس میں دوستی تھی۔ایک گناہ کرتا تھا اور دوسرا عبادت کرتا تھا۔عابد آدمی برابر اس کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تھا تو اس سے کہتا کہ بس کرو۔ چنانچہ ایک دن اس نے اس کو گناہ کرتے ہوئے پایا، تو کہہ پڑا کہ بس کرو۔تو اس نے کہا کہ مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو، کیا تم میرے لیے نگراں بنا کر بھیجے گئے ہو؟ تو عابد نے کہا کہ: والله لا يغفرالله لك، أولا يدخلك الله تعالىٰ الجنة ’’قسم اللہ کی! اللہ تعالیٰ تم کو معاف نہیں کرے گا، یا یہ کہ تم کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔پھر دونوں کا انتقال ہوگیا اور دونوں رب العالمین کے پاس جمع ہوئے، تو اللہ نے عابد سے کہا: ’’أكنت بي عالما؟ أو كنت على ما في يدي قادرا؟‘‘ کیا تجھے میرے فیصلوں کا علم تھا یا تو میرے ہاتھ میں جو ہے اس پر قدرت رکھتا تھا؟ پھر گناہ گار سے کہا: میری رحمت سے تو جنت میں داخل ہوجا، اور عابد کے لیے حکم دیا: ’’إذهبوا به إلى النار‘‘ فرشتو! اس کو دوزخ میں ڈال دو۔حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: ’’والذي نفسي بيده لتكلم بكلمة أو بقت دنياه و آخرته‘‘ [3] قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یقیناً اس نے ایسی بات کہہ دی تھی جو اس کی دنیا و آخرت دونوں کو برباد کردیا۔

[1] مسلم، کتاب البر والصلۃ، والطبرانی فی الکبیر، رقم الحدیث: ۱۶۷۹
[2] ابوداؤد، باب فی النھی عن البغی: علامہ البانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔
[3] عون المعبود ۸/۲۵۳

معزز قارئین: کسی کے مال کو ناحق حاصل کرنے کے لیے قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے۔ حضرت ابن مسعود کی حدیث ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ''من حلف علی مال امرئ مسلم بغیر حقه، لقي الله وهو عليه غضبان'' جو کسی مسلم کے مال پر ناحق قسم کھائے گا، وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہوگا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا کہ پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس کی تصدیق میں آیت کریمہ: ﴿إن الذين يشترون بعهد الله وأيمانهم ثمنا قليلا﴾ (آل عمران:۷۷) کی تلاوت فرمائی۔ ۱ ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من اقتطع حق امرئ مسلم بيمينه، فقد أ وجب الله له النار، وحرم عليه الجنة" جو شخص کسی مسلمان کا حق اپنی قسم کے توسط سے چھینے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ واجب اور جنت حرام کر دے گا۔ چنانچہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ''وإن كان شيئا يسيرا يا رسول الله؟'' اے اللہ کے رسول ﷺ! اگرچہ وہ چیز بہت معمولی ہو؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: "وإذ قضيب من أراك'' اگرچہ وہ درخت کی ایک ٹہنی ہی کیوں نہ ہو۔ ۱ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے اندر ایک حدیث نقل کی ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا ''کبائر کیا ہے اے اللہ کے رسول! تو نبی ﷺ نے جواب دیا ''الإشراك بالله'' اللہ کے ساتھ شریک کرنا، اس نے کہا پھر؟ فرمایا: ''ثم عقوق الوالدين'' پھر والدین کی نافرمانی، اس نے کہا پھر؟ فرمایا: ''اليمين الغموس'' راوی کہتے ہیں میں نے کہا: یمین غموس کیا ہے؟ فرمایا: ''الذين يقتطع مال امرئ مسلم هو فيها كاذب'' جس کے ذریعہ مسلمان کے مال کو ہڑپ لے اور وہ اس میں جھوٹا ہو۔ ۲

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بیجا اور جھوٹی قسم سے بچائے اور سچی قسموں کو پوری کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، آمین۔

☆☆☆

---

۱ مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر: ۳۵۷

۲ مسلم، کتاب الأیمان، حدیث نمبر: ۳۵۳

۳ بخاری، حدیث نمبر: ۶۹۲۰

۴ مسلم، باب النھی عن الحلف فی البیع: ۴۱۲۶

۵ مسند احمد، ۲۴/۲۹۰، حدیث نمبر: ۱۵۵۳۰

استاذ گرامی مولانا عبدالسّلام رحمانی رحمہ اللہ

(پیدائش جمادی الاخری ۱۳۵۷ھ مطابق اگست ۱۹۳۸ء - وفات ۲۵؍صفر ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۹؍دسمبر ۲۰۱۳ء)

صلاح الدین مقبول احمد

● مولانا عبدالسلام رحمانی رحمہ اللہ بہترین تعلیم وتربیت، اخلاق وآداب، ظرافت وخوش طبعی، نظافت وخوش پوشی، کثرت اسفار اور معلومات عامہ وغیرہ کے سبب اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے۔ ان میں تدریس وتحریر کی اعلیٰ صلاحیت تھی، جماعت کے اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز ہونے کی وجہ سے نظامت وادارت کا عمدہ تجربہ تھا، دعوت وتبلیغ، مسلکی غیرت وحمیت اور جماعت کی تنظیم وشیرازہ بندی کے لیے دوروں میں ان کا اہم کردار رہا ہے۔ بحث وتحقیق، تصنیف وتالیف، صحافت ومقالہ نگاری کے فن سے بخوبی واقف تھے۔ شعر وادب سے گہری دلچسپی تھی، درحقیقت انھیں موقع بہ موقع اشعار اور واقعات سے اپنی گفتگو کو مزین کرنے کا ہنر آتا تھا۔

● استاذ گرامی کی زندگی کا اہم پہلو سیر وسیاحت سے ان کی دلچسپی تھا، جزیرۂ فیجی میں قیام نے اس کے لیے راستہ ہموار کیا، فیجی سے آتے جاتے پانچوں براعظموں (ایشیا، یورپ، امریکا، افریقہ اور آسٹریلیا) کے اہم ممالک کے بڑے شہروں کے دورے، سیاحتی مقامات سے لطف اندوزی، اسلامی شخصیات سے ملاقاتیں، مدارس مساجد اور جمعیات کی دعوتی سرگرمیوں میں شرکت کے لیے مواقع فراہم ہوئے، جس کی تفصیلات ان کے سفر نامہ ''دیار غیر میں'' میں موجود ہیں۔

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزار ہا شجرِ سایہ دار راہ میں ہیں

قابل ذکر ہے کہ صحت کے زمانے میں ان کا کوئی سال بیرون ملک سفر سے خالی نہ رہا۔ ۱۹۷۸ء تک وہ ۳۳؍انٹرنیشنل ایرلائنوں سے سفر کر چکے تھے اور ۱۹۸۴ء میں انھوں نے فیجی سے فیجی تک کرۂ ارضی کا مدوّر سفر بھی کیا، ''روداد سفر بیک نظر'' کے مطابق ۱۹۷۸ء سے ۱۹۹۹ء تک بذریعہ ہوائی جہاز وہ (۵۹) جہتوں کی طرف پرواز کر چکے تھے۔ شاید توحید وسنت کے کسی علمبردار نے دعوت وتبلیغ کے حوالے سے اتنے ممالک کے اسفار کیے ہوں، بلاشبہ انھیں جماعت اہل حدیث کے ابن بطوطہ اور اسلام کے مایۂ ناز عالمی مبلغ کا خطاب دیا جا سکتا ہے۔

مولانا کے اسفار کے سلسلے میں برصغیر کے عظیم مؤرخ و بزرگ صحافی مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''مولانا عبدالسلام رحمانی کے سلسلۂ اسفار کا آغاز ۱۹۷۳ء سے حج بیت اللہ سے ہوتا ہے۔ پھر یہ سلسلہ بڑھتا ہی چلا

گیا۔ انھوں نے دنیا کی تینتیس ایئر لائنوں کے بہت سے ہوائی جہازوں پر سفر کیا۔ صرف تین سیٹ والے جہاز سے بھی اور سب سے بڑے جہاز بوئنگ ۷۴۷ (جمبو جٹ) سے بھی۔ بعض ایرلائنوں پر تو بار بار سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ اپنے ملک ہندوستان کے مختلف مقامات کے سفروں کے علاوہ انھوں نے جن ممالک کے سفر کیے ہیں وہ فیجی، ملائشیا، سڈنی، سنگاپور، نیوزی لینڈ، امریکا، آسٹریلیا، جاپان، اٹلی، ابوظبی، سعودی عرب، چین، انگلستان، فرانس، مصر، کویت، نیپال، پاکستان، دوبئی، بحرین، مسقط، دوحہ، شام، اردن انڈونیشیا، کنیڈا، جنیوا، ڈنمارک۔ پھر جن ممالک میں انھیں جانے کا اتفاق ہوا، اس کے بہت سے شہروں میں گھومے پھرے، ان تمام ملکوں کے سفروں میں انھوں نے مختلف سنٹروں اور اداروں میں تقریریں کیں اور ہر جگہ اسلام کی تبلیغ کی۔ اس طرح کہنا چاہئے کہ انھوں نے دنیا کے بہت سے بلاد و امصار میں اسلام کا پیغام حق پہنچایا اور اللہ کا کلمہ بلند کیا۔ بہ الفاظ دیگر دنیا کے بہت بڑے مبلغین اسلام میں ان کا شمار ہوا۔'' (دبستان حدیث: ص ۶۰۵)

جہاں میں اہل ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

● مولانا عبدالسلام رحمانی رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے معروف مدرسہ ''جامعہ سراج العلوم'' (کنڈؤ بونڈیہار) میں حاصل کی اس کے بعد اپنے عم محترم استاذ گرامی مولانا محمد عابد رحمانی رحمہ اللہ کی کوششوں سے ۱۹۴۷ء میں دارالحدیث رحمانیہ میں داخلہ لیا لیکن تقسیم ہند کے وقت ہنگامہ خیز حالات کے سبب وطن واپس آگئے اور ۱۹۵۱ء میں جامعہ رحمانیہ بنارس میں داخل ہوکر مولانا نذیر احمد رحمانی رحمہ اللہ جیسے اساتذہ فن کی نگرانی میں اپنی تعلیم مکمل کی۔

مارچ ۱۹۵۸ء میں علوم مروجہ سے فراغت کے بعد ایک سال کی مدت مدھیہ پردیش (اسی دوران تکمیل الطب لکھنؤ میں داخلے کی کوشش اور اس سے برگشتگی)، سکندرآباد (بلندشہر)، مرادآباد، گنور، بدایوں، علی گڑھ اور آگرہ میں گذری۔ ۱۹۵۹ء میں مدرسہ اسلامیہ اکرہرا سے منسلک ہوئے پھر مارچ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۳ء تک جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر نیپال میں تدریس کا فریضہ انجام دیا۔ وہاں سے بحکم شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ، مولانا عبدالصمد شرف الدین رحمہ اللہ (صاحب الدار القیمۃ، بھمڑی۔ ممبئی) کے زیر نگرانی ''تحفۃ الاشراف للمزی'' اور ''المعجم المفہرس لألفاظ الحدیث النبوی'' کی تحقیق اور ایڈیٹنگ میں حصہ لیا، پھر اپنے والد گرامی کے انتقال پر گھر واپس آئے اور اپنی والدہ کے اصرار پر وہیں رک گئے۔ پھر سات سال ۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۲ء تک جامعہ رحمانیہ بنارس میں بھی مدرس رہے (یہیں اس راقم کو ان سے تلمذ کا شرف حاصل ہوا)۔ جامعہ رحمانیہ میں تدریس کے دوران اس وقت کے ناظم اعلی جمعیت اہل حدیث ہند مولانا عبدالجلیل رحمانی رحمہ اللہ کے حسب حکم رمضان ۱۳۸۸ھ میں جنوبی ہند اور رمضان ۱۳۸۹ھ میں کوکن کے دورے کیے۔

● ۱۹۷۲ء میں ڈاکٹر عبدالحفیظ سلفی رحمہ اللہ کی صدارت (جس میں مولانا عبدالوحید سلفی/ ناظم اعلی جامعہ سلفیہ، اور حافظ محمد یحییٰ نائب صدر تھے) اور مولانا عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ کی نظامت کے دور میں مولانا جمعیت کے نائب ناظم اور پھر

ناظم اعلی اور پندرہ روزہ ترجمان کے مدیر رہے۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن تھے اس کے میٹنگوں میں اپنی علالت سے قبل برابر شریک ہوتے رہے۔

● انجمن اہل حدیث فیجی کی دعوت پر ۱۹۷۸ء میں فیجی تشریف لے گئے جماعت ومسلک کی سات سالہ خدمت کے بعد ۱۹۸۵ء میں وہاں سے واپس آئے اور اپنے آبائی مدرسہ ''جامعہ سراج العلوم'' بونڈیہار (بلرامپور) کے اہتمام کا عہدہ سنبھالا۔ مئی ۱۹۸۰ء میں بنگلور کے اجلاس شوری میں انھیں پھر جمعیت کے نظامت علیا کا عہدہ تفویض کیا گیا۔

جامعہ سراج العلوم (کنڈؤ بونڈیہار) جہاں سے ان کی تعلیم کی ابتدا ہوئی تھی وہیں ان کی ذمہ داریوں کی انتہا بھی ہوئی، مرور ایام کے ساتھ بیماریوں نے آگھیرا، دل کا عارضہ لاحق ہوا، بائی پاس سرجری ہوئی، طویل علالت کے بعد ۲۹ر دسمبر بروز اتوار صبح نو بجے اس دار فانی سے دار بقا کی طرف روانہ ہو گئے۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' اسی روز بعد نماز عصر اعزہ واقارب، قرب وجوار ضلعوں کے عمائدین، علمائے کرام، طلبہ اور عوام کے جم غفیر کی موجودگی میں نماز جنازہ ہوئی اور بونڈیہار کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ (اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، وَارْحَمْهُ، وَعَافِهِ، وَاعْفُ عَنْهُ، وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ!)

● مولانا نے اپنی فراغت کے بعد صحت وعافیت کے آخری دور تک بھرپور زندگی گذاری۔ ہمیشہ تعلیم وتربیت تصنیف وتالیف اور تنظیم وجماعت سے ان کی وابستگی رہی۔ جماعت کے اعلی عہدوں پر فائز رہے، کرۂ ارضی کا مدور سفر کیا جہاں پہونچے توحید وسنت کی دعوت پیش کی اور حیات مستعار کے ایام گذار کر مالک حقیقی کی آواز پر لبیک کہا۔

● مولانا علمی ودعوتی امور میں اپنے استاذ مولانا نذیر احمد رحمانی، اپنے مقامی استاذ مولانا محمد اقبال رحمانی اور پھر شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری سے کافی متاثر تھے، بیرون ملک کی شخصیات میں علامہ ابن باز (سابق مفتی اعظم سعودی عرب) اور محدث الشام علامہ محمد ناصر الدین البانی (سیریا) مولانا محمد اسماعیل سلفی اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (پاکستان) رحمہم اللہ وغیرہ ان کی نظر میں آئیڈیل تھے۔

مختلف مدارس (مدرسہ اسلامیہ اکرہرا، جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر نیپال، جامعہ رحمانیہ بنارس، جامعہ سراج العلوم بونڈیہار اور فیجی وغیرہ) میں تدریس کے سبب ملک وبیرون ملک میں آپ کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔

● ۱۳۸۹ھ = ۱۹۶۹ء میں جماعت رابعہ (جامعہ رحمانیہ بنارس) کے ہمارے قابل احترام اور ذی شان رفقائے درس (جو مولانا رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں) کی فہرست درج ذیل ہے جو اپنے اپنے میدانہائے عمل میں کامیاب ترین نظماء، مصنفین ومحققین، دعاۃ ومبلغین اور مدرسین کی حیثیت سے ملک وبیرون ملک میں معروف ہیں:

- مولانا عبداللہ سعود سلفی (ناظم اعلی جامعہ سلفیہ بنارس)
- ڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ (سابق شیخ الجامعہ، بنارس)
- مولانا عزیر شمس (معروف محقق، مکہ مکرمہ)

-مولانا رفیع احمد عاقل (داعی ومبلغ، آسٹریلیا)
-مولانا عبدالقدوس خیر اللہ (سینیر مدرس، جامعہ محمدیہ مالیگاؤں)
-مولانا الطاف الرحمٰن عبدالحلیم بنارسی (داعی اورتاجر حیدرآباد)
-ڈاکٹر بدرالزماں نیپالی (صدر جمعیۃ التوحید، کپل وستو۔نیپال)
-مولانا محمد عزیر املوی (عالمیت کے بعد تجارت میں مصروف ہوگئے)
-صلاح الدین مقبول احمد (راقم السطور)

ہمارے ان رفقائے جامعہ رحمانیہ میں ڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری (رحمہ اللہ) نے سوئے منزل روانگی میں سبقت فرمائی، اور ہماری درماندگی کا خیال نہ کرکے ہمیں کچھ بعد میں اطمینان سے آنے کے لیے چھوڑ گئے (انتم سبقتم و نحن بکم لاحقون) اللہ تعالیٰ انھیں غریق رحمت فرمائے اور ہمارا حامی وناصر ہو!

● راقم السطور کو جامعہ رحمانیہ (بنارس) میں جب سے ان سے تلمذ کا شرف حاصل ہوا، اس دور طالب علمی سے لے کر ہوش وحواس کی بقا تک ہمیشہ مشفقانہ برتاؤ رہا، علالت کے بعد گاہے بہ گاہے عیادت کے لیے دولت خانے پر حاضری ہوتی رہی۔ لیکن ہر بار صحت روبہ زوال نظر آئی اور محفل کو اپنی علمی ودعوتی لطافت وظرافت سے قہقہہ زار بنانے والا استاذ بجھا بجھا سا رہا۔

● زمانۂ طالب علمی سے ہی مولانا رحمہ اللہ میں تحریری رجحان موجود تھا، ۱۹۵۹ء سے باقاعدہ رسائل وجرائد میں مضامین کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہوا۔ ۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۸ء تک پندرہ روزہ ترجمان کے معاون مدیر اور پھر مدیر رہے، مرکزی جمعیت کی نظامت کے دوسرے دور میں اس کے مدیر مسئول رہے۔ جماعت کے تمام جرائد ومجلّات سے قلمی رشتہ رہا، بطور خاص ''نورتوحید'' نیپال (بہ ادارت مولانا عبداللہ مدنی) سے گہری وابستگی رہی، اس میں برابر ان کے مضامین شائع ہوتے رہے۔ نورتوحید کی اشاعت کے پندرہ سال پورے ہونے پر اس کی طرف سے انھیں علمی ایوارڈ دیا گیا۔ مولانا نے جہاں ''تحفۃ الاشراف'' اور ''المعجم المفہرس'' کی تحقیق واشاعت میں ہاتھ بٹایا وہیں آپ نے تقریبا (۲۵) کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں (۱۷) سے زائد کتابیں مطبوع ہیں۔ جو بچوں سے لے کر تمام عمر کے لوگوں کے لیے یکساں مفید ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں مصنف کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے!

● استاذ گرامی کی علم دوستی، علماء وطلبہ سے تعلق خاطر اور اپنے اس شاگرد (راقم السطور) اور اس کے ماحول کے بارے میں انھیں کے الفاظ میں ان کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں:

''ہمیں کویت کی جو چیز سب سے زیادہ پسند آئی وہ وہاں کی دینی فضا تھا۔ وہاں ہمارا ملنا جلنا رہنا سہنا اپنے سلفی اخوان

میں ہوا۔ وہاں سلفی العقیدہ نوجوان نسل کی الحمد اللہ بہت بڑی تعداد ہے جو عقیدہ میں بھی بہت پختہ ہیں اور عملی حالت بھی ان کی اس قدر بہتر ہے کہ ہم نے ویسے صالح شباب کہیں نہ دیکھے۔ ان میں علمی شوق اور استفادہ کا رجحان بہت نظر آیا۔ محدث عصر علامہ محمد ناصر الدین البانی حفظہ اللہ کی کتابوں اور ان کی تحقیقات وتعلیقات سے استفادہ کا بہت نمایاں وخصوصی لگاؤ میں نے ان میں دیکھا۔ کم عمر نوجوانوں تک کی یہ کیفیت میں نے دیکھی کی احادیث کی معلومات اور ان احادیث کے صحت وسقم سے آگاہی ان میں بہت زیادہ تھی۔ مجھے یہ دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی اور بار باران شباب کے لیے دل سے نیک دعائیں نکلتی رہیں اور رشک ہوتا رہا کہ کاش ہم نے بھی اسی فضا میں آنکھیں کھولی ہوتیں اور اسی طرح عمر گذاری ہوتی۔ وہاں کے شباب کو ہم نے اپنے محترم عزیز بھائی شیخ صلاح الدین مقبول احمد سے بھی بہت متاثر پایا جنھیں اللہ تعالی نے اپنے فضل وکرم سے بڑی صلاحیت وصالحیت عطا فرمائی ہے۔ بارک اللہ له في علمه و عمله وعمره. (دیار غیر میں:ص ۲۵۵)

استاذ گرامی رحمہ اللہ دارِ حق میں اللہ رحیم وکریم کے سپرد ہیں وہ ان کی مغفرت فرمائے اور اپنے شاگرد (راقم السطور) اور اس کے گردوپیش ماحول کے بارے میں ان کے ان تاثرات، احساسات وجذبات، نیک خواہشات اور دعاؤں کو شرف قبولیت بخشے!

● فیجی میں قیام ترک کرکے ہندوستان واپسی کے وقت اللہ کے حضور عاجزی وانکساری اور اپنی دعوتی کوششوں کی قبولیت کے سلسلے میں ان کی آہ وزاری ملاحظہ فرمائیں:

''میں نے فیجی میں تقریبا سات سال تبلیغی خدمات انجام دیے۔ (از ۱۵/رجب ۱۳۹۸ھ تا ۱۷/جمادی الاخری ۱۴۰۵ھ) میں اپنے رحیم وکریم آقا مولی سے بتضرع وزاری دعا والتجا کرتا ہوں کہ بارالہا! تو میری تمام ترکوتاہیوں و خامیوں کے باوجود میری ان کمترین محنتوں وکوششوں کو اپنے فضل وکرم سے شرف قبولیت عطا فرما اور اسے میرے لیے فلاح اخروی کا ذریعہ بنادے۔ میں تیرا بندۂ ناچیز تیری کرم گستری وذرہ نوازی کو سوچتا ہوں تو دل کہتا ہے کہ تو میرے ان ٹوٹے پھوٹے اعمال کو بھی اپنے فضل وکرم سے شرف قبول عطا کرے گا اور تو اسے میری تمام تر لغزشات کے باوجود بھی ضائع نہ فرمائے گا۔

تو کریم ہے تو رحیم ہے مری لغزشوں پہ نظر نہ کر
تری خوعطا، مری خوخطا، نہ وہ تجھ میں کم، نہ یہ مجھ میں کم

اس تحریر سے تضرّع اور انابت الی اللہ کا عجیب منظر ابھر کر سامنے آرہا ہے۔ اللہ تعالی تیرا یہ بندہ اب تیرے سپرد ہے تو اس پر رحم فرما!

● اس تضرّع کے بعد مولانا رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

''اس موقع پر جی چاہتا ہے میں اپنا ایک خواب ذکر کردوں جو مجھ جیسے ناچیز وکمترین کے لیے بڑی سعادت ومسرت کا موجب ہے۔۔۔۔''

''جمعرات ۱۷؍ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۸؍نومبر ۱۹۷۹ء کی صبح تبلیغی پروگرام مکمل کر لینے کے بعد میں جناب واجد علی صاحب کے مکان والے اپنے اسی رہائشی کمرہ میں سویا ہوا تھا کہ مجھے حبیب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ فداہ ابی وامی ﷺ کا دیدار نصیب ہوا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی مہم سے فارغ ہو کر آئے ہیں اور اب رسول اللہ ﷺ ہم سے رخصت ہو رہے ہیں۔ میں نے آپ سے سلام کیا اور مصافحہ کیا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب دیا اور صرف دایاں ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کیا جو مجھے بڑا شفقت آمیز محسوس ہوا۔ میرے سامنے پانچ چھ گز کے فاصلے پر لٹوکا کے بھائی محمد حنیف صاحب تھے جن میں بڑی مسلکی حمیت تھی (اب اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں، رحمہ اللہ وغفرلہ وادخلہ جنۃ الفردوس) میں نے ان سے کہا: دیکھئے رسول اللہ ﷺ صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کررہے ہیں''۔

میرا دل اس خواب کے بعد فرط مسرت سے معمور تھا اور سوچتا ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ نے ہماری اس تبلیغی مہم کو شرف قبول عطا فرمایا اور اس خواب کے سبب دل کہتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ تبلیغی کوشش قبول فرمائی''۔ (دیار غیر میں :ص ۱۳۹ تا ۱۴۲)

حدیث میں وارد شرائط کے ساتھ خواب میں نبی کریم ﷺ کی رویت خواب دیکھنے والے کے لیے بشارت ہے۔ اللہ اسے مولانا رحمہ اللہ کے حق میں واقعی بنادے!

● استاذ گرامی رحمہ اللہ سے جامعہ رحمانیہ (۱۹۶۹ء) میں شرف تلمذ کے بعد کم وبیش سفر وحضر میں بھی ان کے ساتھ رہنے کا موقع ملا۔ جس طرح ان کا طریقۂ تدریس نرالا، انداز افہام وتفہیم دلنشین اور معلومات عامہ، لطائف وحکایات اور اشعار سے مزین ہوتا تھا اسی طرح مجلسوں میں عام گفتگو کے دوران بھی ان کا انداز تخاطب ناصحانہ، مشفقانہ اور ظریفانہ ہوتا۔

مدینہ یونیورسٹی کے زمانے میں ایک بار فیجی کے اہل حدیث حجاج کے ساتھ تشریف لائے تو ان کی ذرہ نوازی کہیے کہ ازدحام کے سبب کئی راتیں ہاسٹل میں گذاریں۔ کویت کئی بار تشریف لے گئے، پہلے سفر میں ان کا قیام راقم کے پاس تھا مجلسوں اور تفریحی پروگراموں میں کویت کے نوجوانوں سے ملاقاتیں رہیں۔ فیجی میں دعوت وتبلیغ کے حوالے سے عجیب وغریب واقعات بیان فرماتے۔ انھیں واقعات میں سے ایک دلچسپ واقعہ قابل ذکر ہے:

''فیجی کے اصلی باشندے سوا سو ڈیڑھ سو سال قبل جنگلی اور آدم خور تھے، برطانیہ کے تسلط کے بعد حکومت زبردستی ان سے گنے کی کاشت کرواتی تھی، دن بھر ڈر کے سبب کام کرتے اور رات کو اسے اکھیڑ دیتے۔ ایک بار مشن کا ایک پادری عیسائیت کی تبلیغ کے لیے ان کے پاس جنگل میں گیا، اس کی باتیں ان جنگلیوں نے بڑے غور سے سنیں اور کہا کہ تمہاری بات بہت اچھی

ہے، لیکن تمہارا گوشت اس سے بھی اچھا ہے، پھر اسے قتل کر کے جوتے سمیت پکا ڈالا (انھیں یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ لوگ جوتے پہنتے ہیں)۔

ان جیسے واقعات سے کویتی جوان بے حد محظوظ ہوئے اور مولانا کی مجلسوں کو وہ ابھی تک یاد کرتے ہیں، پھر بعد میں مولانا جب بھی کویت تشریف لے جاتے تو بڑی محبت سے ان کا استقبال کرتے اور ان سے مستفید ہوتے۔ ان نوجوانوں کے بارے میں مولانا رحمہ اللہ کے تاثرات گذر چکے ہیں۔

● استاذ گرامی رحمہ اللہ کے سفرنامہ ''دیارِ غیر میں'' کے مطالعے سے ان کا نقشہ ایک باغیرت عالمِ دین اور سلفیت کے عالمی نمائندہ کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آتا ہے۔ فیجی میں سلفیت کی بنیاد کو مضبوط کیا اس کے بعد مولانا رفیع احمد عاقل کی کوششیں بھی شامل رہیں، جماعت کے معروف قلم کار مولانا عبدالمعید مدنیؔ نے جمعیت کی مضبوطی کے لیے ذہن سازی کر کے افراد تیار کیے اور اپنے آپ کو وہیں سے منسوب کرلیا۔ اللہ تعالی ان تمام حضرات کو اجرِ جزیل سے نوازے۔

مولانا رحمہ اللہ نے اپنے کسی سفر میں امریکہ سے خاکسار کو ایک خط لکھا کہ یہاں قصابوں کی مختلف دکانوں سے گوشت جمع کیا جاتا ہے اور اس پر خلافِ واقعہ اسلامی طریقے پر ذبح کرنے کا اسٹیکر لگا کر کویت بھیجا جاتا ہے لہذا حقیقت حال سے ذمہ داروں کو باخبر کیا جائے تاکہ اس کا تدارک ہوسکے!

مولانا رحمہ اللہ نے بڑے غیرت مندانہ انداز میں مجھے مخاطب کیا اور ایکسپورٹ اور امپورٹ کرنے والی دونوں کمپنیوں کا نام بھی لکھا۔ میں نے مولانا رحمہ اللہ کے حسب حکم ذمہ دار دوستوں سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کیا انھوں نے بھی غیرت مندی کا ثبوت دیتے ہوئے معاملے کی تحقیق کی تو پتہ چلا کہ امپورٹ کرنے والی کمپنی کا گوشت مسلمان نہیں صرف کورین اور چینی مزدور وغیرہ کھاتے ہیں جن کے یہاں حلال وحرام کی کوئی تمیز نہیں بلکہ ان کی وجہ سے کویت میں تو کتوں اور بلیوں کا وجود خطرے میں ہے، اللہ تعالی مولانا رحمہ اللہ کو ان کی اس غیرت پر اجر جزیل عطا فرمائے۔

مولانا سے متعلق اس طرح کے کتنے واقعات وحادثات ہیں جو ان کے شاگردوں کو معلوم ہوں گے ضروری ہے کہ ان کو قلم بند کر کے ان کی شاگردی کا حق ادا کیا جائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی دعوت وتبلیغ کے لیے مختلف ممالک میں مولانا کی تگ وتاز کو شرف قبولیت بخشے، اور ان کی بشری لغزشوں سے درگذر فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام سے نوازے۔ آمین

(**نوٹ**: مولانا رحمانیؔ رحمہ اللہ کے دعوتی اسفار کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ان کا سفرنامہ ''دیارِ غیر میں'')

☆☆☆

اخبار جامعہ

جامعہ سلفیہ بنارس میں تقریب یوم جمہوریہ

یوم جمہوریہ کے موقع پر جامعہ سلفیہ بنارس میں حسب سابق قومی پرچم لہرایا گیا نیز جامعہ کے سیمینار ہال میں ناظم جامعہ مولانا عبداللہ سعود سلفی صاحب کے زیر صدارت ندوۃ الطلبہ کے زیر اہتمام ایک ثقافتی وعلمی پروگرام منعقد کیا، جس کا آغاز شعبۂ تجوید کے طالب علم عبداللہ بن محمد مرتضیٰ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ محمد یونس بن محمد گلاب (عالم اول) نے حمد باری پیش کی اور معراج احمد عتیق الرحمٰن (عالم اول) نے نعت، پھر چند طلبہ نے مل کر ترانۂ ہندی پیش کیا۔

بعدہ اسامہ فخرالدین (فضیلت اول) نے ''یوم جمہوریہ کا تعارف''، عطاء الرحمٰن حبیب الرحمٰن (فضیلت ثانی) ''دستور ہند میں طلبہ کے حقوق'' اور طارق اسعد اسعد اعظمی (فضیلت اول) نے ''تاریخ کا المیہ اور ہندوستانی مسلمان'' کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔

اس موقع سے طلبہ نے ایک ڈرامہ اسٹیج کیا جس کا عنوان تھا ''دعوت اسلام میں زبان کا کردار''، اس سے حاضرین کو یہ پیغام دیا گیا کہ عالمی زندہ زبانوں پر مہارت حاصل کرکے ایک داعی فریضۂ دعوت بحسن وخوبی انجام دے سکتا ہے۔ پھر ناظم اعلی اور صدر مجلس مولانا عبداللہ سعود سلفی نے صدارتی خطاب پیش کیا جس میں آپ نے حاضرین کو پیغام دیا کہ ہمیں مثبت طرز فکر رکھتے ہوئے ترقی کی شاہراہ پر گامزن رہنا چاہئے اور غیروں کی مخالفت کو ترقی کی راہ کا روڑا نہیں سمجھنا چاہئے کیوں کہ سلف نے ہمارے سامنے یہی مثال پیش کی۔

اس مجلس کے مہمان خصوصی ڈاکٹر آفتاب احمد آفاقی پروفیسر شعبۂ اردو، بی، ایچ، یو تھے۔ انہوں نے اولاً طلبہ کی کوششوں کو سراہا اور اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرز کی صلاحیتیں ان طلبہ میں موجود ہیں یہ دنیا کی قیادت کر سکتے ہیں اور یہ عصری یونیورسٹیوں کے طلبہ سے کہیں بہتر ہیں جن کی توجہ کا مدار مادیت ہے اور جو اخلاقی اقدار، زندگی کے اعلی مفاہیم سے دور ہیں۔

دوران خطاب مسلمانوں کی ملکی صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں مثبت پہلوؤں پر توجہ دینے کی ضرورت ہے اور منفی پہلو سے گریز کرنے کی تلقین کی۔

مجلس کا اختتام مہمان گرامی، صدر مجلس اور حاضرین کے شکریے پر ہوا۔

☆☆☆

عالم اسلام

ظل الرحمٰن سلفی

ترکی میں قرآن کریم کے قدیم ترین نسخے کی دریافت:

عالم اسلام کے لیے یہ خبر نہایت مسرت بخش ہے کہ ترکی کے شہر بودروم میں قرآن مجید کا ایک ایسا نسخہ دریافت ہوا ہے، جس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بارہ سو سال قدیم ہے۔ مزید اس کے علاوہ قرآن کریم کی تفسیر پر مشتمل متعدد مخطوطات کی بھی دریافت ہوئی ہے۔ تاہم مصحف ومخطوطات کی عمر کی باقاعدہ تعیین ایک جدید تحقیقاتی ٹیم کو سونپی گئی ہے۔ (صراط مستقیم، برمنگھم ۱۰/۱۱/۱۳)

برطانیہ میں قدرتی آفات ومصائب کی وجہ:

لندن (ایجنسی) برطانیہ کی یو کے اینڈ پینڈنس پارٹی کے رہنما ڈیوڈ سلوسٹر کا کہنا ہے کہ ہم جنس پرستوں کے درمیان شادیاں قدرتی آفات کی وجہ بن رہی ہیں۔ دراصل انہوں نے یہ باتیں برطانوی نشریاتی ادارے کے مطابق اخبار کو لکھے گئے ایک خط میں کہی ہیں۔ جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ حکومت کی جانب سے ہم جنس پرستوں کو باہم ازدواج کی اجازت دے کر مقدس ''انجیل'' کے فرمان کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ اوران شادیوں کو قانونی قرار دینے کے سبب ہی ملک میں حالیہ طوفان اور سیلاب آئے ہیں۔ سلوسٹر کا کہنا تھا کہ انہوں نے وزیر اعظم کو اپریل ۲۰۱۲ء میں متنبہ کیا تھا کہ ہم جنس پرستوں کی شادی کو قانونی جواز فراہم کردینے والے بل کی منظوری کی بنا پر ملک کو قدرتی آفات ومصائب کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔ (انقلاب، جنوری ۲۰۱۴ء)

شاہ عبدالعزیز مرحوم نے اپنے حج مصارف کو غریبوں کے لیے مختص کر رکھا تھا:

سعودی عرب کے ایک تاریخی مکتوب سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ شاہ عبدالعزیز نے غریبوں کی مدد کے لیے سالانہ اپنے فریضۂ حج کی ادائیگی، اور حکومت کے حج مشن کو چھ سال تک فنڈ فراہم کرنے پر روک لگادی تھی۔ یہ رقم غریبوں کو دے دی جاتی تھی، خاص کر ان غریب افراد کو جو فریضۂ حج ادائیگی کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ انہیں حج کی ادائیگی کے لیے رقم فراہم کی جاتی تھی۔ (افکار ملی، جنوری ۲۰۱۴ء)

زیتون کا تیل ہارٹ اٹیک سے محفوظ رکھنے میں معاون:

قرآن کریم کی سورہ نور میں اللہ تعالیٰ نے زیتون کا ذکر کیا ہے۔ زیتون ایک قسم کا پھل ہے۔ جس کا تیل بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے زیتون میں کچھ یقیناً خاص بات ہوگی۔ چنانچہ ایک جدید ریسرچ میں یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ زیتون کا تیل ۶۵/ سال سے زائد عمر کے لوگوں کو ہارٹ اٹیک سے محفوظ رکھنے میں معاون ومددگار ثابت ہوتا ہے۔

جرنل نیرولوجی میں شائع اس رپورٹ میں ان ماہرین کا کہنا ہے کہ ضعیف العمر افراد کو اس تحقیق پر مبنی نئے غذائی نظام کی تجویز دی جانی چاہئے جس میں زیتون کا تیل شامل ہو۔ (خبرنامہ دہلی، ۱/۱۴/۲۰۱۴ء)

☆☆☆

باب الفتاوی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ھذا کے بارے میں کہ کیا عورت سوگ کی عدت کے دوران گھر سے باہر جاسکتی ہے اور کیا باہر جانے کے بعد اس کی مقررہ اور معینہ عدت میں کچھ زیادتی ہوجائے گی؟ اس بارے میں ہمارے یہاں مشہور ہے کہ جو عورت سوگ کی عدت کے دوران گھر سے باہر جائے گی اس کی متعینہ عدت میں دس پانچ دن یا اس کے کچھ کم وبیش بڑھ جاتا ہے۔ اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب بعون اللہ الوھاب:

سنن ابوداؤد (۲۳۰۰) ترمذی (۱۲۰۴) نسائی (۱۹۹/۶) وغیرہ کی صحیح حدیث میں فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا (ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن) سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور آپ سے دریافت کررہی تھیں کہ کیا وہ (عدت کے دوران) قبیلہ بنی خدرہ میں اپنے گھر والوں کے پاس جا کر رہ سکتی ہیں؟ کیوں کہ ان کے شوہر جب اپنے فرار ہونے والے غلاموں کا پیچھا کرتے ہوئے طرف القدوم (جو مدینہ سے چھ میل کی دوری پر واقع ہے) نامی مقام پر پہنچے اور ان سے جا ملے تو ان غلاموں نے انھیں قتل کردیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا میں اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ جاؤں۔ کیوں کہ انھوں نے مجھے جس مکان میں چھوڑا تھا وہ ان کی ملکیت میں نہ تھا اور نہ ہی خرچ کے لیے کچھ تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، وہاں چلی جاؤ۔ فریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اٹھ کر چل پڑی لیکن حجرے یا مسجد تک ہی پہنچ پائی تھی کہ آپ ﷺ نے مجھے بلایا، یا بلانے کے لیے کسی سے کہا: میں دوبارہ آئی تو پوچھا: تم نے کیسے کہا؟ میں نے وہی قصہ دہرایا جو میں نے اپنے شوہر کے متعلق ذکر کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے اس گھر میں رہو یہاں تک کہ قرآن کی بتلائی ہوئی مدت (عدت) پوری ہوجائے۔

فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عدت کے چار ماہ دس دن اسی گھر میں پورے کیے۔ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا وقت آیا تو انھوں نے مجھے بلایا اور اس مسئلہ سے متعلق مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے انہیں بتایا تو انھوں نے اس کی پیروی کی اور اس کے مطابق فیصلہ دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عدت وفات میں عورت کے لیے خاوند کے گھر ٹھہرنا ضروری ہے یہی جمہور اہل علم کا موقف ہے اور یہی صحیح ہے۔ سنن الترمذی (۴۷۸/۲)

ہاں اگر کوئی ناگزیر ضرورت پیش آجائے تو باہر جاسکتی ہے، جیسا کہ سنن ابوداؤد (۳۷۷/۲) نسائی (۲۰۹/۶) میں قائم تبویب سے وضاحت ہوتی ہے۔

اسلامی شریعت کے محاسن میں سے ہے کہ اس نے لوگوں کی ضرورتوں اور مجبوریوں کا لحاظ رکھا ہے اور دین شریعت کو سہل اور آسان بنا کر کے بنی نوع انسانی کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس پر قرآنی آیات اور احادیث نبویہ بکثرت دلالت کرتی ہیں۔

ہمارے یہاں معاشرہ میں جو مشہور ہے کہ عورت خاوند کی وفات کی عدت کے دوران گھر سے باہر نکل گئی تو اس کے اوپر مزید پانچ دس دن یا اس سے کم وبیش عدت گزارنی ضروری ہے، تو یہ غلط ہے۔ اس طرح کی فضولیات اور خرافات کا دین اسلام میں کوئی وجود

نہیں ہے۔اگر یہ اسلام کا حصہ ہوتا تو نبی ﷺ اسے ضرور بتلاتے کیوں کہ علماء اصول کا متفقہ قول ہے کہ: لا يجوز تأخير البيان عن وقت الحاجة بوقت ضرورت بیان کو موخر کرنا جائز نہیں ہے۔جب نبی ﷺ نے اس وقت جو تشریعی وقت تھا،نہیں بتلایا تو اس کے بعد یہ چیز کیسے دین اسلام کا حصہ بن سکتی ہے۔یہی تو احداث فی الدین یعنی دین میں نئی نئی باتوں کا ایجاد کرنا ہے۔

اسی طرح سوگ کا اپنے مقررہ ایام سے مؤخر کرنا بھی ممنوع ہے۔خاوند کی وفات کے ساتھ ہی سوگ واجب ہو جاتا ہے۔اور چار ماہ دس دن تک رہتا ہے۔اسے مؤخر کرنا درست نہیں ہے۔ هذا ما عندي والله أعلم بالصواب۔

الجواب صحیح	ھذا ما عندی واللہ أعلم بالصواب
مولانا علی حسین سلفی	کتبہ: محمد اسلم مبارک پوری
استاذ جامعہ سلفیہ بنارس	استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

•••

عالمی سیمینار

موضوع: علامہ عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ- حیات وخدمات اور برصغیر میں اسلامی دعوت کی تاریخ

مہمان خصوصی: **امام حرم شیخ ڈاکٹر عبد المحسن القاسم حفظه الله وتولاه**

تاریخ: ۲۸ر فروری اور یکم مارچ ۲۰۱۴ء بروز جمعہ وسنیچر

مقام: کیمپس جامعہ اسلامیہ سنابل، مقابل کالندی کنج، جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

ابوالکلام آزاد اسلامک اویکننگ سنٹر، نئی دہلی کے زیر اہتمام سنٹر کے بانی ومؤسس **"علامہ عبدالحمید بن عبدالجبار رحمانی رحمہ اللہ کی حیات وخدمات اور برصغیر میں اسلامی دعوت کی تاریخ"** پر عالمی سیمینار حسب اعلان سابق فروری ۲۰۱۴ء کے اخیر میں منعقد کیا جارہا ہے۔

اس سیمینار میں ملک وبیرون ملک کی اہم علمی شخصیات شرکت کررہی ہیں۔

سکریٹری ابوالکلام آزاد اسلامک اویکننگ سنٹر

۴- جوگا بائی، پوسٹ بکس نمبر ۹۷۵۵، جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

فون:011-26983020, 26981827 فیکس:011-26989538, 26981856

موبائل نمبر: کنوینر:09958532093 نائب کنوینر:09911381979 (ہنڈ) آفس سکریٹری:09818432827

ای میل:akaiac@mail.com, md_rahmani2003@yahoo.com